مجلس انصار اللہ یوکے علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصار الدین

مئی، جون ۲۰۱۴ء ہجرت، احسان ہجری شمسی ۱۳۹۳ جلد ۱۱، شمارہ ۳

'Love For All Hatred For None'

Charity WALK for PEACE

میئر آف مرٹن چیئریٹی واک کا افتتاح کرتے ہوئے







معزز مہمانوں کا تقریب سے خطاب

Ansar Charity Walk 2014

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد 11 نمبر 3 | مئی وجون 2014ء

فہرست مضامین

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخردم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصاراللہ
چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: **ڈاکٹر شمیم احمد**

مدیر: **محمود احمد ملک**

نائبین: حبیب الرّحمٰن غوری، صفدر حسین عباسی

مینیجر: **محمود علی مرزا**

ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)
میاں اخلاق احمد، رانا ظھور احمد، سعادت جان

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیرالمومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات
اوراحمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دونفل ادا کررہے ہیں
اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کررہے ہیں؟

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

درس القرآن

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا۔ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ۔فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَااسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْارَبَّنَااغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (آل عمران:146۔149)

اور کسی جان کے لئے مرنا ممکن نہیں سوائے اس کے کہ اللہ کے اِذن سے ہو۔ یہ ایک طے شدہ نوشتہ ہے۔ اور جو کوئی دنیا کا ثواب چاہے ہم اسے اس میں سے عطا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی آخرت کا ثواب چاہے ہم اسے اسی میں سے عطا کرتے ہیں۔ اور ہم شکر کرنے والوں کو یقیناً جزا دیں گے۔ اور کتنے ہی نبی تھے کہ جن کے ساتھ مل کر بہت سے ربانی لوگوں نے قتال کیا۔ پھر وہ ہرگز کمزور نہیں پڑے اس مصیبت کی وجہ سے جو اللہ کے رستے میں انہیں پہنچی۔ اور انہوں نے ضعف نہیں دکھایا اور وہ دشمن کے سامنے جھکے نہیں۔ اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اور ان کا قول اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملہ میں ہماری زیادتی بھی۔ اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔ تو اللہ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کا بہت عمدہ ثواب بھی۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل واحسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے لوگ عطا فرمائے ہیں جو اپنے عہدوں کی روح کو جانتے ہیں اور جو قربانیوں کی روح کو جانتے ہیں اور نہ صرف جانتے ہیں بلکہ اس کے ایسے نمونے قائم کرنے والے ہیں جن کی اس زمانے میں کہیں اور مثال نہیں ملتی۔ مال کی قربانی کا سوال اٹھے کہ کہاں ہیں ایسے لوگ جو اپنے مال کو دین کی خاطر قربان کرنے والے ہیں تو جماعت احمدیہ کے افراد کا گروہ سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ وقت کی قربانی کا مطالبہ ہو تو آج جماعت احمدیہ میں دین کی خاطر وقت قربان کرنے کے اعلیٰ نمونے موجود ہیں۔ عزت کی قربانی کے نمونے دیکھنے ہیں تو آج جماعت احمدیہ میں اس کے نمونے نظر آئیں گے۔ تبلیغ اسلام کے لئے زندگیاں وقف کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو مخلصین کا گروہ اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے والا ہے۔ جان کی قربانی کا حقیقی نمونہ دیکھنا ہے تو جماعت احمدیہ کی تاریخ اس حقیقی قربانی کے نمونوں پر مہر لگاتی ہے۔

غرض کہ کوئی بھی ایسی قربانی جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں کے مطابق اور خدا تعالیٰ کی خاطر ہو، اس کے نمونے قائم کرنے کے لئے آج خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو پیدا کیا ہے۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت عطا کی ہے جس کی اکثریت مال جان وقت اور عزت قربان کرنے کی روح کو سمجھنے والی ہے اور ہر وقت تیار ہے۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم! مَیں نے تجھے بڑی بڑی نعمتیں عطا کی ہیں جنہیں نہ تُو شمار کرسکتا ہے اور نہ ان کا شکر ادا کرسکتا ہے اور ان نعمتوں میں سے جو مَیں نے تجھے عطا کی ہیں تیری آنکھیں بھی ہیں جن کے ذریعہ تُو دیکھتا ہے اور مَیں نے ان پر پپوٹے لگائے ہیں۔ پس جو چیزیں میں نے حلال ٹھہرائی ہیں انہیں دیکھ اور جو چیزیں میں نے تجھ پر حرام کی ہیں اگر وہ نظر آئیں تو ان پپوٹوں کے ذریعہ آنکھیں بند کرلے۔ اور میں نے تجھے زبان عطا کی ہے اور اس کے لئے ایک غلاف رکھا ہے۔ پس جس کا مَیں حکم دوں اور جسے حلال ٹھہراؤں اسے بیان کر اور اگر وہ (مسائل) جن سے میں نے منع کیا ہے درپیش آئیں تو اپنا منہ بند کرلے اور میں نے تیری شرم گاہ بنائی ہے اور اس کے لئے ستر کا انتظام کیا ہے۔ پس جو مَیں نے تجھ پر حلال کیا ہے اس سے فائدہ اٹھا اور اگر محرمات پیش آئیں تو اپنی ستر ان پر ڈال دے۔ اے ابن آدم! تُو نہ میری ناراضگی برداشت کرسکتا ہے اور نہ تجھ میں میرا انتقام برداشت کرنے کی قوت ہے۔

(مسند ابی ربیع الدمشقی، تاریخ مدینہ دمشق، لابن عساکر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کو سفر کے دوران شدید پیاس لگی تو وہ کنویں میں اترا اور جب وہ پانی پی کر باہر نکلا تو اس نے ایک کتے کو پیاس کی وجہ سے ہانپتے اور مٹی چاٹتے دیکھا تو اس نے کہا (پیاس کی وجہ سے) جو میرا حال تھا اس کا بھی وہی حال ہے پھر اس نے اپنے جوتے میں پانی بھرا اور پھر اسے اپنے منہ سے پکڑ کر کنویں سے باہر آیا اور کتے کو وہ پانی پلایا (**فشکر اللّٰہ لہ فغفر لہ**) تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کی قدر کرتے ہوئے اسے بخش دیا۔ (صحیح بخاری)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز پکارا جائے گا کہ حمّادون کھڑے ہو جائیں تو ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا اور ان کے لئے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ پھر وہ جنت میں داخل ہونگے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! یہ حمّادون کون لوگ ہیں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم)

کلام الامام علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے''۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 123-122)

''میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے نزول کے دن ہیں''

(الحکم جلد 5، نمبر 3، صفحہ 5۔ بتاریخ 24 جنوری 1901ء)

''شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُراٰن سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کیلئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 256)

''جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزہ رکھے۔ خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات فضل سے ہے اور اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا''۔

(البدر، بتاریخ 17 اکتوبر 1907ء)

فرمودات
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

✿...... ''خلافت کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ اپنی نمازوں کی طرف توجہ دے تا کہ وہ انقلاب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہے، جس کے نتیجے میں دنیا کی اکثریت نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہونا ہے، وہ جو دعاؤں کے ذریعے سے عمل میں آنا ہے، وہ عمل میں آئے۔ پس ہر احمدی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھے اور اپنی نمازوں کی حفاظت، اپنی اولاد کی نمازوں کی حفاظت کی طرف توجہ دے تا کہ ہم جلد تمام دنیا پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لہراتا ہوا دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے رحم کو ہم بھی اور ہماری نسلیں بھی جذب کرنے والی ہوں''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 رجون 2012ء بمقام مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن۔ امریکہ)

✿...... ''جب تک ایسی مائیں پیدا ہوتی رہیں گی جن کی گود میں خلافت سے محبت کرنے والے بچے پروان چڑھیں گے اس وقت تک خلافت احمدیہ کو کوئی خطرہ نہیں''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27 رمئی 2005ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن۔ برطانیہ)

✿...... ''آج ہر احمدی کو حبل اللہ کا صحیح ادراک اور فہم حاصل کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ صحابہ کی طرح قربانیوں کے معیار قائم کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔ قرآن کریم کے تمام حکموں پر عمل کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔ اگر ہر فرد جماعت اس گہرائی میں جا کر حبل اللہ کے مضمون کو سمجھنے لگے تو وہ حقیقت میں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے ایک جنت نظیر معاشرے کی بنیاد ڈال رہا ہوگا۔ جہاں بھائی بھائی کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں گے، میاں بیوی کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں گے، ساسوں، بہوؤں کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں گے۔ دوست دوست کے حق ادا کرتے ہوئے اس کی خاطر قربانی دے رہا ہوگا۔ جماعت کا ہر فرد نظام جماعت کی خاطر قربانی دینے کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 راگست 2005ء بمقام مئی مارکیٹ۔ منہائیم (جرمنی)

✿...... ''بحیثیت جماعت صرف جماعت احمدیہ ہے جو زکوٰۃ کے نظام کو بھی قائم رکھے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر مالی قربانیاں کرنے والی بھی ہے۔ اور اس میں خلافت کا نظام بھی رائج ہے۔ پس اس نظام کی برکت سے آپ تبھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب حقیقی معنوں میں مکمل طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے ہوں گے۔ اور اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے اور عاشق صادق کی تعلیم پر عمل کرنے والے بھی ہوں گے''

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 28 راپریل 2006ء)

انفاق فی سبیل اللہ کی حقیقت اوراس کے اسرار

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے دَور کے آخری جلسہ سالانہ قادیان 1913ء کے خطاب میں سے انتخاب)

''انفاق فی سبیل اللہ کی حقیقت اوراس کے اسرار قرآن مجید اور احادیث میں اور آثار میں بہت ملتے ہیں۔ایک موقع پر فرمایا ہے: أَنفِقُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ:196)۔فرمایا اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو اگر نہیں کرو گے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دو گے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا انسان کو ہلاکت سے بچاتا ہے مخلوق الٰہی سے احسان کرنے کے نتائج وثمرات کے قصے میں تمہیں کیا سناؤں اور کہاں تک سناؤں ان سے تو ایک کتاب بنتی ہے تاہم میں تمہیں دو گواہیاں سناتا ہوں۔

رابعہ بصری کے پاس ایک مرتبہ بیس مہمان آگئے۔ان کے گھر میں اس وقت صرف دو روٹیاں تھیں انہوں نے سوچا کہ ان دو روٹیوں سے ان مہمانوں کو تو کچھ بھی نہ ہوگا بہتر ہے کہ اللہ سے سودا کرلوں۔اتنے میں کوئی سائل آیا اور انہوں نے وہ دو روٹیاں اپنے نوکر کی معرفت اس کو دے دیں۔نوکر حیران ہوا کہ دو بھی ہاتھ سے دے دیں۔مگر رابعہ جانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام:161) کا وعدہ کیا ہوا ہے۔تھوڑی دیر کے بعد ایک خادمہ کھانا لے کر آئی کسی بیوی نے ان کے گھر میں بھیجا تھا۔رابعہ نے اس خادمہ سے پوچھا کہ کتنی روٹیاں ہیں اس نے کہا، اٹھارہ۔تب رابعہ نے کہا لے جاؤ۔یہ میری نہیں ہیں۔انہیں تو اللہ تعالیٰ پر ایمان تھا کہ دو کی بجائے بیس آنی چاہئیں۔غرض وہ خادمہ جب لوٹ کر گئی تو اس کی مالکہ نے اسے ڈانٹا کہ تو اتنی دیر کہاں رہی میں نے رابعہ کے گھر کھانا بھجوانا تھا۔اس لونڈی نے وہ قصہ سنایا تو مالکہ نے کہا کہ وہ حصہ تو رابعہ کا نہ تھا۔پھر وہ بیس روٹیاں لے کر گئی تو رابعہ نے لے لیں اور ان مہمانوں کو کھلادیں جس سے وہ سیر ہوگئے۔(بعض جگہ ایک روٹی اتنی بڑی ہوتی ہے کہ ایک آدمی مشکل سے کھا سکتا ہے۔میری خالہ اتنی بڑی روٹی پکاتی تھیں کہ محلّہ میں بانٹ دیتے)۔غرض رابعہ جانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام:161) وہ لونڈی اس راز سے آگاہ نہ تھی۔اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ کرشمہ دکھادیا۔

ایسا ہی ایک شخص کو پھانسی کا حکم ہوا اسے ایک آدمی راستہ میں ملا تو اس نے اس کو دو پیسے کا سوال کردیا اس نے اس کو دو پیسے دے دیئے۔سپاہیوں نے بھی تعرض نہ کیا وہ جانتے تھے کہ اب تو اس کو پھانسی کی سزا ہوگئی ہے۔آگے نان بائی کی دوکان تھی وہاں سے اس نے دو پیسہ کی روٹی خرید لی جب اور آگے گئے تو اس کے کان میں ایک سوالی کی آواز آئی: تیرا دو ہیں جہانیں بھلا ہو کچھ کھلادے!۔اس نے اس کو دونوں روٹیاں دے دیں۔ادھر یہ واقعہ پیش آیا کہ جب یہ شخص پھانسی کے مقام پر پہنچا اور اس کے تختہ پر قدم رکھا۔بادشاہ کو کسی نے کہا کہ اس مقدمہ کی اصلیت تو یہ ہے۔بادشاہ نے یہ سن کر فوراً سوار بھیجا کہ اس کو پھانسی نہ دی جاوے تحقیقات ہوگی اور اس طرح پر اس صدقہ نے اس کو بچادیا۔

یہ واقعات ہیں مگر ان کے ماننے کے لئے ایمان کی ضرورت ہے۔میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے ایک ہمارا محسن اور آشنا تھا وہ مارا گیا۔جس روز وہ مارا گیا اس کے ایک ملازم نے مجھے کہا کہ آج نہیں جانا میں نے انکار کردیا راستہ میں اس کو دشمن نے مار ڈالا۔ہمارے ساتھ اس کے بڑے بڑے سلوک تھے اس کے مقدمہ کی تحقیقات ہونے لگی۔مجھے اس جج سے ملنے کا موقع ملا جس نے تحقیقات کی تھی۔اس نے بتایا کہ اس مقدمہ کی اصلیت ہم نے معلوم کرلی ہے اور کل اتنے آدمیوں کو پھانسی لگ جاوے گی۔میں اس کے پاس سے اُٹھا تو ایک غلبہ نیند کا ہوا۔میں لیٹ گیا تو میں نے دیکھا کہ جن کے متعلق پھانسی کا حکم دیا گیا تھا۔وہ چارپائی پر بیٹھے ہیں اور کچھ سکھ مجھ کو دکھائے گئے جو زمین پر بیٹھے تھے۔میں نے اس کی تعبیر یہ کہی کہ یہ سب چھوٹ جاویں گے اور اس کے قاتل وہ سکھ ہیں جو سزا پائیں گے۔میں نے اس جج سے جاکر کہا کہ آپ کا فتویٰ جھوٹ ہے اس نے کہا کہ کل 9 بجے دیکھ لینا۔میں نے اس کو کہا کہ ہم کو بھی کسی نے بتادیا ہے۔اس نے کہا تمہیں خبر نہیں میرے فیصلہ کی اپیل بھی نہیں وہ اب چھوٹ نہیں سکتے۔میں نے کہا کچھ ہو وہ مجرم نہیں قاتل اور ہیں اور یہ چھوٹ جاویں گے اور مرتے نہیں۔ان گرفتاروں میں بعض میرے بھی آشنا تھے۔ٹھیک 9 بجے جب کہ ان کی پھانسی کا مقررہ وقت تھا۔سیالکوٹ سے تار آگیا کہ اصل مجرم پکڑے گئے ہیں ان کو یہاں بھیج دو۔مقدمہ یہاں منتقل کردو۔میں نے اس جج کو کہا کہ اب تو چھوٹ گئے۔اس نے کہا کچھ پرواہ نہیں مقدمہ وہاں چلا جاوے۔میں نے ایسے وجوہات لکھے ہیں کہ یہ بچ سکتے ہی نہیں۔مگر وہاں تحقیقات پر مقدمہ نئی طرز کا ہوگیا اور وہ رہا ہوگئے۔تب وہ جج کہنے لگا بڑا آشچرج ہے۔تب اس نے پوچھا کہ اب کون سزا پائے گا؟ میں نے کہا دو سکھ ہیں۔ان مجرموں میں ایک سرکاری گواہ وعدہ معافی پر بن گیا۔وہ بچ گیا اور باقی پھانسی پاگئے۔اس پر اس جج نے کہا کہ ایک تو بچ گیا۔میں نے کہا کہ مجھے تو یہ نہیں دکھایا گیا کہ یہ بچے۔چنانچہ اس نے وہاں سے نکل کر خوشی میں شراب پی اور شراب پی کر ایک لڑکی کو چھیڑا۔اس کے رشتہ داروں نے وہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

اس قسم کے عجائبات بہت ہوتے ہیں۔صدقات اور خیرات واقعی انسان کو بہت سے عذابوں سے بچالیتے ہیں اور یہ انسانی فطرت اور عام اقوام کے طرز عمل میں داخل ہے جو لوگ اپنے اموال میں سے خیرات کا حصہ نہیں نکالتے وہ ہلاکت کی طرف چلے جاتے ہیں۔اس لئے قرآن مجید نے کامیابی کا یہ اصل تعلیم کیا کہ مومن کامیاب ہونے والے مومن اپنے اموال سے زکوٰۃ دیتے ہیں۔اس لئے مومن کا یہ کام ہونا چاہئے۔

رابعہ بصری کے قصہ کا میں آپ بھی تجربہ کار ہوں۔طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ میں نے نہایت عمدہ صوف لے کر دو صدریاں بنوائیں اور انہیں الگنی پر رکھ دیا۔مگر ایک کسی نے چرالی۔میں نے اس کے چوری ہوجانے پر خدا کے فضل سے اپنے دل میں کوئی تکلیف محسوس نہ کی بلکہ میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بنادینا چاہتا ہے۔تب میں نے شرح صدر سے انّاللّٰہ و انّاالیہ راجعون پڑھا اور اس صبر کے شکریہ میں دوسری کسی حاجتمند کو دے دی۔ چندروز ہی اس واقعہ پر گزرے تھے کہ شہر کے ایک امیر زادہ کو سوزاک ہوا اور اس نے ایک شخص سے جو میرا بھی آشنا تھا کہا کہ کوئی ایسا شخص لاؤ جو طبیب مشہور نہ ہو اور کوئی ایسی دوا بتاوے جس کو میں خود بنالوں۔وہ میرے پاس آیا اور مجھے اس کے پاس لے گیا۔میں نے سن کر کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں صدری ہے۔میں جب وہاں پہنچا تو وہ اپنے باغ میں بیٹھا تھا۔مَیں اس کے پاس کرسی پر جا بیٹھا تو اس نے اپنی حالت کو بیان کرکے کہا کہ ایسا نسخہ تجویز کردیں جو میں خود ہی بنالوں۔میں نے کہا ہاں ہوسکتا ہے جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں کیلے کے درخت تھے میں نے اس کو کہا کہ کیلے کا پانی پانچ تولہ لے کر اس میں ایک ماشہ شورہ قلمی ملا کر پی لو۔اس نے جھٹ اس کی تعمیل کرلی کیونکہ شورہ بھی موجود تھا، اپنے ہاتھ سے دوائی بنا کر پی لی۔میں چلا آیا۔دوسرے دن پھر میں گیا تو اس نے کہا کہ مجھے تو ایک ہی مرتبہ پینے سے آرام ہوگیا ہے۔ اب حاجت ہی نہیں رہی۔میں تو جانتا تھا کہ یہ موقع محض اللہ تعالیٰ کے فضل نے پیدا کردیا ہے اور آپ ہی میری توجہ اس علاج کی طرف پھیر دی۔میں تو پھر چلا آیا مگر اس نے میرے دوست کو بلا کر زربفت، کمخواب وغیرہ کے قیمتی لباس اور بہت سے روپے میرے پاس بھیجے۔ جب وہ میرے پاس لایا تو میں نے اس کو کہا کہ یہ وہی صدری ہے۔''

سیرت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی تقریر (بر موقع جلسہ سالانہ ربوہ 1979ء)

آغاز تعلق اور جذبہ محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ریاست جموں و کشمیر میں شاہی طبیب تھے۔ ایک دن ریاست کے وزیر اعظم نے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اشتہار پڑھنے کو دیا جو آپؑ نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے ایشیا، امریکہ اور یورپ کے تمام مذہبی عمائد اور مفکرین کو بھجوایا تھا۔ وہ اشتہار پڑھتے ہی آپؓ عازم قادیان ہو گئے۔ حضرت اقدسؑ کے رُخ مبارک پر جب آپ کی نظر پڑی تو آپؓ کے الفاظ ہیں: ''مَیں نے دل میں کہا یہی مرزا ہے، اس پر میں سارا ہی قربان جاؤں''۔ پھر فرمایا: حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا ''میں ہوا خوری کے لئے جاتا ہوں کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے؟''۔ مَیں نے کہا کہ ہاں۔ آپ دور تک ساتھ چلے گئے تو آپؑ نے مجھے فرمایا کہ ''امید ہے آپ جلد واپس آ جائیں گے''۔ حالانکہ میں ملازم تھا اور بیعت وغیرہ کا سلسلہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ پھر میں واپس آیا اور ایسا آیا کہ پھر وہیں کا ہو گیا۔

اخلاص ووفا کا مثالی رنگ

ایک عربی تحریر میں آپ نے بیان کیا ''مجھے ایسے کامل مرد کے دیکھنے کا انتہائی شوق تھا جو یگانہ روزگار ہو اور میدان میں تائید دین اور مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونے والا ہو اسی اثنا میں مجھے حضرت سید الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد، مہدی زمان، مسیح دوران، مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کے پاس پہنچا۔ تا حقیقت حال کا مشاہدہ کروں۔ میں نے فوراً بھانپ لیا۔ یہی موعود حکم وعدل ہے اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لئے مقرر فرمایا۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا اور اس عظیم الشان احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدے میں گر گیا اے ارحم الراحمین خدا تیری حمد اور تیرا شکر اور تیرا احسان ہے کہ میں نے مہدئ زمان کی محبت کو اختیار کر لیا اور آپ کی بیعت صدق دل سے کی۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کی مہربانی اور لطف و کرم نے ڈھانپ لیا اور میں دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت کرنے لگا۔ میں نے انہیں اپنی جائیداد اور اپنے سارے اموال پر ترجیح دی۔ بلکہ اپنی جان اپنے اہل و عیال اور والدین اور دوسرے سب عزیز و اقارب پر انہیں مقدم جانا۔ ان کے علم و عرفان نے میرے دل کو والا وشیدا بنا لیا۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے لئے ان کی ملاقات مقدر فرمائی اور میری یہ خوش بختی ہے کہ میں نے انہیں باقی تمام لوگوں پر ترجیح دی اور میں ان کی خدمت کے لئے اُس جاں نثار کی طرح کمر بستہ ہو گیا۔ جو کسی میدان میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ پس اسی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ پر احسان فرمایا اور وہ بہتر احسان کرنے والا ہے''۔

محبؓ اپنے محبوب آقا کی نگاہ میں

یہ تو تھی کیفیت جاں نثار محب کی۔ اب سنئے کیفیت اس زمانہ روزگار محبوب کی۔ حضورؑ فرماتے ہیں: ''جب سے میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حیی و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں۔ دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلّاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہوگا۔ میں تنہا اور ذلیل ہوں۔ پس جب دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی اور اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارے میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔ وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسل کے لحاظ سے قریشی ہے جو کہ اسلام کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔ پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی ضائع شدہ عضو مل گیا۔ ...... جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہے، جس پر میں مداومت کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے''۔

پھر فرمایا: ''وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت بہتی ہے اور آسمان کے نور اس پر نازل ہوتے ہیں۔ جب کبھی وہ کتاب اللہ کی تعبیر کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسرار کے منبع کھولتا ہے اور لطائف کے چشمے بہاتا ہے اور عجیب وغریب معارف حل کرتا ہے جو پردوں کے نیچے سوتے ہیں۔ لطائف کے ذرات کی تنقید کرتا ہے اور حقائق کی جڑوں تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتا ہے۔ عقلمند اس کی تقریر کے وقت اس کے کلام کے اعجاز اور عجیب تاثیر کی وجہ سے تسلیم کے ساتھ اس کی طرف اپنی گردنوں کو لمبا کرتے ہیں۔ وہ حق کو سونے کے ڈلے کی طرح دکھاتا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کو جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے۔ سب حمد اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے مجھ کو یہ دوست ایسے وقت میں بخشا کہ اس کی سخت ضرورت تھی۔ سو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کی عمر صحت اور ثروت میں برکت دے۔ خدا تعالیٰ کی قسم میں اس کے کلام میں ایک نئی شان دیکھتا ہوں اور قرآن شریف کے اسرار کھولنے میں اس کے کلام اور مفہوم کے سمجھنے میں اس کو صادقین میں سے پاتا ہوں۔ میں اس کے علم اور حلم کو دو پہاڑوں کی طرح دیکھتا ہوں جو ایک دوسرے کے آمنے

سامنے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کونسا دوسرے پر فوقیت لے گیا ہے۔ وہ دین قیم کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اے رب تو اس پر آسمان سے برکتیں نازل کر اور دشمنوں کے شر سے اس کو محفوظ رکھ اور جہاں کہیں بھی وہ ہو تو اس کے ساتھ ہو۔ دنیا و آخرت میں اس پر رحم کر اے ارحم الراحمین۔ آمین ثم آمین"۔

پھر فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے اعلیٰ درجے کا صدیق دیا ہے جو راست باز اور جلیل القدر فاضل ہے اور باریک بین اور نکتہ رس۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کے لئے ایسی اعلیٰ درجے کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محبّ اس سے سبقت نہیں لے گیا"۔

حضرت مسیح موعود نے اپنی خوشنودی کی سند ان الفاظ میں رقم فرما کر ہمیشہ کے لئے اپنے اس جاں نثار محبّ کا نام روشن کر دیا۔ فرمایا کہ ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُراز نورِ یقیں بودے

حضور اقدس نے ایک بار فرمایا: "ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم مولوی صاحب کو کہیں، آگ میں کود جاؤ یا پانی میں پھلانگ پڑو انہیں عذر نہ ہو"۔

ایک بار کچھ مستورات کے درمیان تکرار ہو گئی کہ ان دونوں حضرات میں سے حضرت مسیح موعود کو کون زیادہ عزیز ہے۔ انہوں نے اس امر میں حضرت اماں جان سے استفسار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ فیصلہ تو بالکل آسان ہے ابھی ہو جاتا ہے اور حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے سب سے پیارے رفیق۔ ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ حضور نے پریشانی میں دریافت فرمایا۔ کیا مولوی نورالدین صاحب کے متعلق کوئی بات ہے۔

ایک دفعہ حضور کی طبیعت پر ایک امر گراں گزرا جس کے مدّ نظر حضور نے فرمایا کہ "تم میں سے بعض ایسے ہیں جو بیشمار نشان دیکھنے کے بعد بھی ان کا ایمان ابھی پختہ نہیں۔ لیکن ایسے بھی ہیں جنہوں نے کسی نشان کی ضرورت نہیں سمجھی۔ مولوی نورالدین صاحب ہیں کہ انہوں نے سنتے ہی امنّا کہا اور فاروقی ہوتے ہوئے صدیقی عمل کیا۔ اس پر مولوی صاحب فرط جوش میں کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایمان کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا کہ رضینا باللّٰہ ربا وبمحمد نبیا۔ خاکسار کو آپ کے دعویٰ کے متعلق کبھی شک نہیں ہوا اور خاکسار یہ کہتا ہے کہ رضینا باللّٰہ ربا و بك مسیحا و مھدیا۔ یہ سن کر حضور اقدس کے چہرے پر انبساط کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے تقریر بند کر دی"۔

(مفہوم ملفوظات جلد2 ص55)

آپؓ اعلیٰ درجہ کے نہایت حاذق طبیب تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کسی متمول یا بلند مرتبہ مریض یا کسی ایسے شخص کے کسی عزیز کے علاج کے لئے آپؓ سے قادیان سے باہر تشریف لے جانے کی درخواست کی گئی۔ آپؓ کا یہی جواب ہوتا۔ میرا ایک آقا ہے بدوں اس کے اذن کے میں حرکت نہیں کر سکتا۔ یوں آپ کا فیض بلا تفریق ہر کسی کے لئے عام تھا اور خالصۃً للہ کوئی ذاتی غرض آپ کو اس میں نہ تھی۔ اپنی ضروریات اور حاجات کے لئے آپ کا کامل توکل اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا اور وہی ارحم الراحمین خیرالرازقین ہر حالت میں آپ کا والی اور کفیل تھا۔ یجعل لہ مخرجاً...... کی بیشمار حیران کن مثالوں کا مشاہدہ آپ کی زندگی کے ہر ایک مرحلے پر ہوتا ہے۔

بلند اخلاق کی ایک مثال

آپ کے بلند اخلاق اور عالی حوصلگی کی مثالوں میں سے ایک کا ذکر کافی ہوگا جب ہنری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود کے خلاف اقدام قتل کا استغاثہ کیا اور اس استغاثہ کی سماعت کیپٹن ڈگلس حاکم ضلع کے روبرو ہوئی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی بطور گواہ استغاثہ پیش ہوئے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود کو باوجود ایک سنگین جرم کا ملزم ہونے کے کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر حاکم سے اپنے لئے کرسی دیئے جانے کی درخواست کی۔ جسے حاکم نے درشتگی سے رد کر دیا۔ ان کا بیان سراسر کینہ اور بغض پر مبنی تھا اور دروغ گوئی سے پُر تھا۔ جس کی حقیقت سے حاکم بھی واقف ہو گیا۔ بیان ختم ہونے پر جب وہ کھسیانے سے کمرۂ عدالت سے باہر نکلے تو خالی کرسی دیکھ کر اس کی طرف بڑھے لیکن ایک کانسٹیبل نے یہ کہہ کر انہیں بیٹھنے سے روک دیا کہ صاحب سپرنٹنڈنٹ کی اجازت نہیں۔ انہوں نے قریب ہی ایک دری پر بیٹھنا چاہا لیکن دری کے مالک نے دری کھینچ لی کہ مسلمانوں کا سرغنہ ہو کر جھوٹ بولنے سے دریغ نہیں کرتا۔ چل ہٹ۔ میری دری کو ناپاک نہ کر۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے یہ کیفیت دیکھی تو اٹھ کر مولوی محمد حسین صاحب کے پاس گئے اور انہیں بازو سے پکڑ کر کہا کہ مولوی صاحب آئیں ہمارے پاس بیٹھ جائیں اور ہر ایک بات کی حد ہونی چاہئے۔

آپ کا بلند مقام

1907ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب بیمار ہو گئے اور بیماری طول پکڑ گئی۔ حضرت مسیح موعود متواتر دعا بھی کر رہے تھے اور ہر روز عیادت کے لئے بھی تشریف لے جاتے۔ ایک روز عیادت سے واپسی پر خود نسخہ تیار کر رہے تھے کہ حضرت اماں جان نے آپ کی پریشانی کو دیکھ کر بغرض تسکین وہی کہا "مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہو گئے۔ مولوی برہان الدین صاحب فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مولوی صاحب کو جلد تندرستی عطا فرمائے۔ جس پر حضور نے فرمایا: "یہ شخص ہزار عبدالکریم کے برابر ہے"۔

حضرت مسیح موعود کا وصال اور خلافت کی بیعت

حضرت مسیح موعود کا وصال 26 مئی 1908ء کو ساڑھے دس بجے قبل از دوپہر لاہور میں ہوا۔ جسد اطہر دوسرے دن صبح آٹھ بجے کے قریب قادیان پہنچا اور باغ والے مکان کے دالان میں احباب کی سہولت زیارت کے لئے رکھا گیا۔ جماعت کے اہل رائے احباب جو قادیان پہنچ چکے تھے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے مکان پر جمع ہوئے اور حضرت اماں جان اور صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور حضرت میر ناصر نواب صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد اتفاق رائے سے یہ تحریر تیار کی کہ:

اما بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقیٰ ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے شعر ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُراز نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے کہ آپ کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے لئے ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود کا تھا''۔

اس تحریر کے نیچے بہت سے احباب نے دستخط کئے جن میں یہ بھی شامل تھے۔

شیخ رحمت اللہ صاحب۔ سید محمد احسن صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ مولوی غلام حسن خان صاحب۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔

(بدر جلد 7 نمبر 22۔ 2 جون 1908ء)

اس تحریر پر دستخط کرنے والے سب احباب حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا منشاء گزارش کیا۔ آپ نے کچھ سوچ کے بعد فرمایا۔ میں دعا کے بعد جواب دوں گا۔ پھر حضور نے دو نفل ادا کئے اور دعاؤں سے فارغ ہو کر فرمایا۔ چلو ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسد اطہر اور ہمارے بھائی انتظار میں ہیں۔ چنانچہ یہ مجلس برخاست ہو کر باغ پہنچی اور تمام حاضر الوقت احباب کے اتفاق سے حضرت مولوی مفتی محمد صادق صاحب نے مندرجہ بالا تحریر حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں بطور درخواست پڑھ کر سنائی اس کے جواب میں آپ نے تشہد و تعوذ کے بعد آیت ولتکن منکم امۃ...... تلاوت فرمائی اور ایک درد انگیز تقریر کے دوران فرمایا کہ:

''میری پچھلی زندگی پر غور کر لو میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ میں ...... اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہر داری کا خواہشمند نہیں۔ مگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں اور قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں ...... تین آدمی موجود ہیں۔ اول میاں محمود احمد وہ میرا بھائی ہے اور بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں۔ اسی طرح خدمت گزاران دین میں سے سید محمد احسن صاحب اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔ سید بھی ہیں۔ خدمات دین کے لئے ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے ضعیف العمری میں بہت سی تصانیف حضرت کی تائید میں لکھیں۔ یہ ایسی خدمت ہے جو انہیں کا حصہ ہے۔ بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں جو ایسی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سے سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی (احباب) ہیں۔

یہ ایک بڑا بوجھ ہے۔ خطرناک بوجھ ہے۔ اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے خدا کے عجب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے دکھوں کے لئے جو پیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں۔

پس میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کر لو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر تم میری ہی بیعت کرنا چاہتے ہو تو سن لو بیعت بک جانے کا نام ہے...... بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے...... طبائع کے اختلاف پر نظر کر کے یک رنگ ہونے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے......

......اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر تمہیں یہ بات منظور ہو...... تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایا کہ ولتکن منکم امۃ...... یاد رکھو ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔ جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی''۔

(بدر جلد 7 نمبر 22۔ 2 جون 1908ء)

اس تقریر کو سن کر تمام حاضرین نے جن کی تعداد تقریباً بارہ صد تھی یک زبان ہو کر کہا کہ آپ ہماری بیعت لیں ہم آپ کے احکام مانیں گے آپ ہمارے امیر ہیں اور ہمارے مسیح کے جانشین۔ اس کے بعد تمام حاضرین نے حضرت مولوی صاحب کو خلیفۃ المسیح الاول تسلیم کر کے آپ کی بیعت کی۔ بیعت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مسیح موعود کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جس کے بعد نماز عصر ادا کی گئی اور نماز کے بعد خدام نے یکے بعد دیگرے حضرت اقدس کے نورانی چہرہ کی آخری زیارت کی اور شام کے قریب جسد اطہر کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے بحیثیت سیکرٹری صدر انجمن یہ اعلان شائع کیا کہ حضور کا جنازہ قادیان میں پڑھانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا حضرت مسیح موعود و باجازت حضرت اماں جان کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی ...... حضرت حاجی الحرمین شریفین حضرت حکیم نورالدین صاحب سلمہٗ کو آپ کا جانشین اور...... قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ خط بطور اطلاع کل ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں بذات خود یا تحریری بیعت کریں۔

حضرت مسیح موعود نے اپنے وصال سے ڈیڑھ ماہ پیشتر ایک تقریر کے دوران میں فرمایا۔ صوفیاء نے لکھا ہے جو شخص کسی شاہد یا نبی اور رسول کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے سب سے پہلے حق اس کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ صریح اشارہ تھا کہ حضور کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب آپ کے خلیفہ ہوں گے۔

غیر مبائعین کے شبہات

خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہی بعض احباب کے دل میں شبہات پیدا ہونے شروع ہوگئے۔ مولوی محمد علی صاحب کو تو بیعت میں بھی تأمل تھا۔ حقیقت اختلاف صفحہ 30,29 پر انہوں نے بیان کیا:

''حضرت مسیح موعود کی وفات لاہور میں ہوئی۔ آپ کی نعش مبارک جب قادیان میں پہنچی باغ میں خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے جانشین حضرت مولوی نورالدین ہوں۔ اس کے

بعد انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ سب احمدی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ میں نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ نئے سلسلہ میں داخل ہوں گے انہیں بیعت کی ضرورت ہے اور یہی الوصیت کا منشاء ہے اور اب تک میں اس پر قائم ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی جن لوگوں نے بیعت کی ہے۔ انہیں آپ کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص کی بیعت کی ضرورت نہیں اور نہ بیعت لازمی ہے۔ لیکن بایں ہمہ میں نے بیعت کر بھی لی۔ کیونکہ اس میں جماعت کا اتحاد تھا۔

لیکن مولوی صاحب نے اس کے بعد اپنے رسالہ ایک نہایت ضروری اعلان میں یہ بھی کہا: ''مرید اپنے تئیں اپنے مرشد کے سامنے ایک بے جان کی طرح ڈال دیں اور اپنی جملہ خواہشات کو اس کے سپرد کر دیں نہ یہ کہ مرشد کہتا ہے کہ ایک بات درست ہے تو مرید کہتا ہے کہ مرشد نے سمجھا ئی نہیں۔ میں اس سے بہتر سمجھتا ہوں۔ بیعت کر لینے کے بعد یہ حضرت خلیفۃ المسیح کی گستاخی ہے اور بیعت کے مفہوم کے ساتھ ہنسی ہے''۔

غیر مبائعین کا امیر بننے کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے امیر کے اختیارات اور حیثیت کی عین وہی تعریف کی جو خلیفہ پر صادق آتی ہے۔ گویا انہیں وہ حیثیت حاصل ہے۔

قدرت ثانیہ کے ذریعہ برکات

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنے مختصر زمانہ...... میں کئی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور بہت سے عزائم مبارکہ کی تکمیل کی۔ واعظین سلسلہ اور علمائے دین کی ایک جماعت تیار کی۔ دینی تعلیم کا نظام قائم کیا۔ قرآن کریم کے علوم وحقائق کا سلسلہ صحت اور بیماری میں جاری رکھا۔ یتامیٰ اور مساکین کی متواتر خبر گیری فرمائی۔ طلباء کی ہر لحظہ ہمت افزائی کی۔ کسب خیر کی تمام راہوں پر گامزن رہنے کا عملی نمونہ پیش کرتے چلے گئے۔ جماعت کی دینی، اخلاقی اور روحانی تربیت متواتر فرماتے رہے۔ لیکن آپ کا سب سے ممتاز کارنامہ استحکام خلافت تھا۔ اس مقصد کے حصول میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ یہ وہ امانت عظیمہ تھی جسے آپ نے کامل طور پر ادا فرمایا۔ آپ نے ان حقائق میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دی کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ خلیفہ واجب الاطاعت امیر ہوتا ہے۔ سلسلے کے تمام ادارے خلیفہ کے تابع ہیں۔ خلیفہ ان کا مطاع ہے۔ خلیفہ کی اطاعت رسول کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

خلافت کے متعلق جماعت میں اختلاف ہونے پر 65 سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ آج خلیفہ سے متعلقہ اختلافی مسائل پر کسی بحث مباحثے کی ضرورت باقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت نے سب مسائل حل کر دیئے ہیں۔......

غور کا مقام ہے کہ غیر مبائعین نے تو اپنے زعم کے مطابق حضرت مسیح موعود کو ان کے صحیح اور اصل مقام پر رکھا اور ان کے متعلق غالیانہ عقائد کا اظہار نہیں کیا۔ اس لئے چاہئے تھا کہ ان کے بزعم خود صحیح مؤقف کے نتیجے میں انہیں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شہادت متواتر یہ چلی آتی ہے کہ وہ جن کا ابتدائی دعویٰ تھا کہ جماعت کا 19/20 حصہ ان کی تائید میں ہے۔ گرتے گرتے مٹھی بھر رہ گئے اور باہمی اختلاف کی وجہ سے ان کی حالت عبرتناک ہو چکی ہے اور جماعت احمدیہ بفضل اللہ تعالیٰ ہر نوع کی شدید مخالفت کے اور طرح طرح کی ایذا دہی کے باوجود پیہم شاہراہ ترقی پر گامزن رہی۔ آج اس محفل میں جس قدر غیر از جماعت متلاشیان حق موجود ہیں۔ ان کی تعداد جملہ غیر مبائعین کی تعداد سے کئی گنا بڑھ کر ہے اور ایسی ہی نسبت ان فدایان کی ہے جو بیرون پاکستان سے ہزاروں میل کا سفر کر کے اور لاکھوں در لاکھوں روپے کو صرف کر کے اس مبارک اجتماع میں شمولیت کی خاطر حاضر ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور انسانی آنکھوں میں بھی فاعتبروا یا اولوا الابصار ہے۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول اختلافی مثال کی بار بار شاندار الفاظ میں وضاحت نہ فرما چکے ہوتے اور جماعت کو محکم بنیادوں پر قائم نہ کر چکے ہوتے تو جماعت کا شیرازہ کبھی کا بکھر چکا ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ آپ نے ابتداء میں ہی ایک مضمون کے دوران فرمایا۔ حضرت مسیح موعود نے زندگی میں سرّ الخلافہ لکھ کر اور وفات میں روحانی ترقی کا معجزہ دکھا کر ثابت کر دیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات تک......کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔

وقار اور سادگی کا حسین امتزاج

شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا قادیان میں باہر سے جب کوئی شخص آتا ہے تو حضرت خلیفۃ المسیح کو اس کی آنکھیں تلاش کرتی ہیں تو وہ اس کے دربار میں پہنچ کر سخت حیران ہوتا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ معمولی چٹائیوں کے فرش پر بہت سے لوگ بیٹھے ہیں اور سب کے سب نہایت بے تکلفی اور سادگی سے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں بظاہر کسی قسم کا امتیاز نظر نہیں آتا۔ وہ اتنا تو دیکھتا ہے کہ ایک وجیہہ پُر نور پُر ہیبت بوڑھا ان میں موجود ہے۔ مگر اس کا لباس، نشست و برخاست، اس کا انداز گفتگو ایسا نہیں کہ جس سے سمجھ سکے کہ یہ نورانی وجود مسند خلافت پر متمکن ہے۔ وہ نہایت سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ مریدوں کے ہجوم کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جوان کے مرضوں کی تشخیص کرتا ہے اور ان کا علاج کرتا ہے۔ ان میں سے بعض کئی قسم کے مذہبی سوال کرتے ہیں اور اس کا جواب اسی منہ سے سنتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وجود کو اس کی آنکھیں ڈھونڈ رہی تھیں وہ یہی ہے۔ اس وقت دیکھنے والے کا تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اوپر سے دربار خلافت کا نقشہ نظر آجاتا ہے۔ ہمارا خلیفہ اور امام نہایت سادہ مزاج اور نہایت بے تکلف امام ہے۔ وہ ادنیٰ سے اعلیٰ کے ساتھ اس طور پر کلام کرتا ہے کہ ہر شخص یقین کرتا ہے کہ جو محبت اور بے تکلفی اسے اس کے ساتھ ہے شاید کسی اور کے ساتھ نہ ہو۔ مگر وہ سب کے ساتھ وہی ہمدردی اور محبت رکھتا ہے۔ اس کی اندرونی اور بیرونی نشست میں سادگی ہی سادگی ہے۔ اس کے کھانے میں اس کے پہننے میں بھی سادگی ہے۔ اسے عام لوگوں میں سے جو چیز اسے ممتاز کرتی ہے۔ وہ اس کا پُر شوکت اور نورانی چہرہ اور اس کی عام ہمدردی اور خدمت دین ہے جس میں وہ تمام وقت مصروف رہتا ہے۔ آپ کے دربار میں ہر کس و ناکس کو رسائی تھی......

18 نومبر 1910ء جمعہ کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گر گئے۔ حضرت مسیح موعود نے ایک کشف میں دیکھا تھا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر گئے ہیں۔ آپ کو بہت سی ضربات آئیں اور دائیں کنپٹی پر گہرا زخم پہنچا۔ جو بعد میں ناسور کی شکل اختیار کر گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے ایسی حالت میں جان بخشی فرمائی کہ حضرت مسیح موعود کے دو الہام پورے ہوئے۔ ''دوبارہ زندگی'' دوسرا الہام ''منسوخ شدہ زندگی'' ایک لمبے عرصہ تک آپ

اپنی نشست کے کمرے سے باہر تشریف نہ لے گئے۔ پھر بھی اس حالت میں تعلیم و تدریس اور تشخیص و علاج امراض اور دیگر فرائض کی ادائیگی کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے چشمۂ فیض کی روانی میں کمی نہ آئی۔ استحکام خلافت کے سلسلے میں بعض معرکۃ الآراء تقاریر اور اعلانات اس حادثہ کے بعد کے زمانے کے ہیں۔

حسین یادوں کا تذکرہ

غیر مناسب نہ ہوگا کہ اس مرحلہ پر کچھ تذکرہ ان نوازشات اور احسانات کا بھی کیا جائے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی طرف سے اس عاجز پر بطور مرحمت خسروانہ ثابت ہوئے۔ اس عاجز کو حضرت مسیح موعود کی پہلی زیارت کا شرف 3 ستمبر 1904ء کو لاہور میں حاصل ہوا۔ جب حضور کا لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب پڑھ کر سنا رہے تھے۔ میری عمر اس وقت ساڑھے گیارہ سال تھی۔ لیکن تمام وقت یہ عاجز حضور اقدس کے مبارک چہرے پر ٹکٹکی باندھے رہا اور حضور کی صداقت ہر لحظہ میرے دل میں محکم سے محکم تر ہوتی گئی۔ حضور قریب 8 ہفتے بعد 27 راکتوبر کی شام کو سیالکوٹ تشریف لائے۔ دوسرے روز میری والدہ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ حضور کی بیعت سے مشرف ہوئیں۔ خاکسار ان کے ہمراہ تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی حضور اقدس کے ان خدام میں سے تھے جو حضور کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ میرے والد صاحب اس وقت تک حضور کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے لیکن ابھی بیعت نہیں کر پائے تھے۔ ان کے دوست چوہدری محمد امین صاحب سلسلہ کے متعلق حسن ظن رکھتے تھے۔ لیکن بیعت کرنے میں انہیں کچھ تردد تھا۔ ان کے اطمینان کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے ساتھ مغرب کے بعد والد صاحب اور چوہدری صاحب کے لئے ملاقات کا وقت مقرر ہوا اور یہ سلسلہ تین چار دن جاری رہا۔ خاکسار بھی ان دونوں اصحاب کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ اس حسن اتفاق کا خاکسار کو ایک عظیم فائدہ یہ ہوا کہ حضرت مولوی صاحب خاکسار کو پہچاننے لگ گئے۔ والد صاحب نے ان ملاقاتوں کے سلسلے کے اختتام پر دوسری صبح ہی نماز فجر کے بعد حضرت مسیح موعود کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ خاکسار بھی حاضر تھا۔ لیکن چوہدری صاحب رکے رہے۔

بیعت کرنے کے بعد والد صاحب کا دستور تھا۔ دسمبر کے آخر اور ماہ ستمبر کے آغاز کی عدالتی تعطیلات کے دوران قادیان حاضر ہوتے اور خاکسار کو بھی ساتھ لے جاتے۔ ان ایام میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کی مجلس میں حاضری کا شرف خاکسار کو بھی حاصل ہوتا۔ آپ کا ایک نہایت عظیم الشان احسان اس ذرہ ناچیز پر یہ ہوا کہ جولائی 1907ء میں والد صاحب کو آپ کا ارشاد پہنچا کہ آپ اپنے بچے کی بیعت کرا دیں۔ یہ خاکسار 3 ستمبر 1904ء سے ہی اپنے تئیں جماعت میں شمار کرتا تھا اور اپنے والدین کی بیعت میں خود کو شامل سمجھتا تھا۔ لیکن حضرت مولوی صاحب کے اس ارشاد کے بعد 16 ستمبر 1907ء کو بدوں اپنے والد صاحب کی تحریک کے خاکسار نے حضرت مسیح موعود کی خدمت اقدس میں بیعت کی اجازت کی درخواست کی اور حضور کے اذن سے دست مبارک پر شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ اگر حضرت مولوی صاحب کے ارشاد میں چند ماہ کی تاخیر ہو جاتی۔ یہ عاجز اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہتا۔

حضرت مسیح موعود کے وصال کے وقت خاکسار گورنمنٹ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھا۔ خاکسار حضور کے جسد اطہر کے جلو میں قادیان حاضر ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی بیعت سے مشرف ہوا۔ اس کے بعد قادیان میں حاضری کے مواقع میسر آنے پر زیادہ تر وقت حضور کی مجلس میں گزارتا اور حضور کی طرف سے پیہم شفقت کا مورد ہوتا۔

اپریل 1911ء میں بی اے کے امتحان سے فارغ ہو کر خاکسار نے چند دن سیالکوٹ میں والدین کی خدمت میں گزارے اور پھر قادیان حاضر ہو گیا۔ جہاں چند ہفتے حضرت خلیفۃ المسیح کی مجلس میں حاضر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ابھی آپ نشست کے کمرے ہی میں دن بسر فرماتے تھے۔ کنپٹی کے ناسور پر روز پٹی ہوتی تھی۔ پٹی کے بعد شاگردوں میں سے کوئی کچھ دیر کے لئے آپ کا بدن دباتے تھے۔ خاکسار کی حاضری کے پہلے دن جب ظہر کی نماز پر آپ نے حاضرین کو یہ ارشاد فرمایا کہ جاؤ نماز ادا کرو تو خاکسار بھی تعمیل ارشاد کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جس پر آپ نے فرمایا میاں تم یہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ نماز کے لئے آپ پلنگ کے ساتھ قبلہ رو ہو کر بیٹھ جاتے۔ خاکسار آپ کے دائیں جانب ذرا وقفہ چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ آپ کمال شفقت سے خاکسار کو دائیں جانب سے اپنے قریب کر لیتے۔ تین چار شاگرد بھی خاکسار کی دائیں جانب کھڑے ہو جاتے۔ شیخ تیمور صاحب نماز پڑھاتے۔ ایک دن عصر کی نماز کے وقت اتفاقاً شیخ تیمور صاحب موجود نہیں تھے۔ آپ نے خاکسار کو فرمایا میاں تم نے قرآن پڑھا ہے۔ تم نماز پڑھاؤ۔ تعمیل ارشاد کے بغیر چارہ نہ تھا۔ ایک دن ڈاکٹر صاحبان پٹی کر کے رخصت ہو گئے۔ کوئی شاگرد موجود نہیں تھا۔ خاکسار اکیلا ہی حاضر تھا۔ خاکسار کو بدن دبانے کی مشق نہیں تھی لیکن جرأت کر کے خاکسار پلنگ پر آپ کی پیٹھ کی طرف بیٹھ گیا اور ڈرتے ڈرتے اناڑی ہاتھوں سے آپ کے دائیں بازو کو دبانا شروع کیا۔ چند لمحوں کے بعد جب خاکسار نے اندازہ کیا کہ اب سو گئے ہوں گے۔ تو خاکسار نے دبانا بند کر دیا۔ آپ نے دایاں بازو اٹھا کر خاکسار کی گردن کے گرد ڈال کر خاکسار کے چہرہ کو اپنے مبارک چہرہ کے قریب کر لیا اور فرمایا میاں ہم نے آپ کے لئے بہت بہت دعائیں کی ہیں۔ عصر کے بعد آپ نشست کے کمرے سے باہر صحن میں تشریف فرما ہوتے۔ وہاں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا۔ ایک دن خاکسار سے فرمایا۔ میاں یہ کھیل کود کا وقت ہے تمہارا دل باہر جا کر کھیلنے کو نہیں چاہتا۔ خاکسار نے عرض کیا۔ حضور میں جہاں ہوں وہیں خوش ہوں۔

خاکسار کو والد صاحب کا خط ملا کہ اب تمہارا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ تم امید رکھتے ہو کہ تم بفضل اللہ پاس ہو جاؤ گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اعلیٰ تعلیم کے لئے تم انگلستان جاؤ۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں اجازت کے لئے عرض کرو۔ خاکسار نے ایک عریضہ میں چند معروضات درج کر کے حضور کی خدمت میں عریضہ پیش کر دیا۔ آپ بہت مختصر گو اور مختصر نویس تھے۔ عریضہ کے ایک حاشیہ پر گزارش کے متعلق اپنا ارشاد درج فرما کر واپس کر دیا۔ انگلستان جانے کے متعلق تحریر فرمایا استخارہ کریں۔ آپ بھی اور آپ کے والد صاحب بھی، اطمینان ہو تو جائیے۔

چند دن بعد شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب کا کارڈ لاہور سے لکھا ہوا مجھے ملا کہ نتیجہ

نکل گیا ہے۔تم اول درجہ میں پاس ہوگئے ہو۔خاکسار نے کارڈ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔بہت خوش ہوئے۔ہر آنے والے سے فرماتے کہ ہم آج بہت خوش ہیں۔یہ پاس ہوگئے۔تعجب ہے کہ انہیں پہلے سے ہی معلوم تھا۔چند دن بعد خاکسار سفر انگلستان کی تیاری کے لئے سیالکوٹ چلا گیا اور پھر آخر میں دس دن کے لئے والد صاحب اور ماموں کے ساتھ حضور کی خدمت اقدس میں رخصت کے لئے حاضر ہوا۔آپ نے بڑی شفقت سے چند دعائیں اور ہدایات فرمائیں اور فرمایا ہمیں خط لکھتے رہنا۔خاکسار کے انگلستان سے ہر ارسال کردہ عریضہ کا جواب دست مبارک سے تحریر فرماتے اور چھوٹی سے چھوٹی بات میں دلچسپی کا اظہار فرماتے اور مشورہ دیتے اور مشفقانہ دعائیں اور القاب ظفر اللہ باشی ارشد وار جمند باشی سے نوازتے۔خاکسار کی انگلستان سے واپسی آپ کے وصال کے چند ماہ بعد ہوئی۔صاحبزادہ عبدالحیٔ صاحب نے بتایا کہ تمہارا خط ملنے کے بعد جمعہ کی تیاری کے دوران فرماتے۔اس کا خط دے دو۔ہم جیب میں رکھیں گے اور اس کے لئے دعائیں کریں گے۔

آپ کی علالت اور وفات

شروع 1914ء میں آپ کی صحت کمزور ہونا شروع ہوئی اور کمزوری بتدریج بڑھتی چلی گئی۔وسط فروری میں سل کی صورت پیدا ہوگئی۔14 فروری کو احباب نے باہمی مشورہ سے لاہور سے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کو بلوایا۔انہوں نے دیر تک معائنہ کرنے کے بعد آپ کے ڈاکٹروں کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا اور وہی نسخہ تجویز کیا جو زیر استعمال تھا اور مقوی غذا بتائی۔جب وہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا۔اس ڈاکٹر نے میرے پر یونہی وقت صرف کیا۔ورنہ مجھے جو مرض ہے اس کی تشخیص تو اتنی آسان ہے۔میں جب مطب میں بیٹھتا ہوں اور کوئی شخص باہر سے آتا ہے اور مجھے کہتا ہے مولوی صاحب سلام تو مجھے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔میں اس کی آواز سے ہی پہچان جاتا ہوں کہ اسے یہ مرض ہے۔26 فروری کو ڈاکٹر صاحبان کی رائے کے موافق آپ کو نواب محمد علی خاں صاحب کی کوٹھی دارالسلام میں منتقل کر دیا گیا۔7 مارچ کو آپؓ نے وصیت لکھی۔......

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے۔لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ۔میرے بچے چھوٹے ہیں۔ہمارے گھر میں مال نہیں۔ان کا اللہ حافظ ہے۔ان کی پرورش یتامیٰ مساکین فنڈ سے نہیں۔کچھ قرضہ حسنہ جمع کیا جاوے۔لائق لڑکے ادا کریں یا کتب جائیداد وقف علی الاولاد ہو۔میرا جانشین متقی ہو۔ہر دلعزیز عالم باعمل۔حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگزر کو کام میں لاوے۔میں سب کا خیر خواہ تھا وہ بھی خیر خواہ رہے۔قرآن وحدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام نورالدین۔4 مارچ 1914ء

جب تحریر فرما چکے تو مولوی محمد علی صاحب کو ارشاد فرمایا۔اسے پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں۔پھر دوبارہ اور سہ بارہ پڑھوائی۔پھر ارشاد فرمایا کوئی بات رہ تو نہیں گئی۔مولوی صاحب نے عرض کیا بالکل درست ہے۔9 دن بعد جمعہ کے دن سوا دو بجے بعد دوپہر نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔آپ حضور کے پہلو میں دفن ہوئے۔ملک کے اخبارات اور جرائد نے آپ کی وفات پر یک زبان ہوکر خراج تحسین پیش کیا۔ان میں سے ایک گزارش کرتا ہوں۔مولانا ابوالکلام آزاد نے "البلاغ" میں زیر عنوان "الوداع اے نورالدین" لکھا:

"مجھے افسوس ہے کہ میں تحریک احمدیہ کے کاروان سالار وحقائق معنوی کے نباض حکیم نورالدین کی قلمی تعزیت میں سب سے پیچھے ہوں۔ایک ایسی شخصیت جو وسعت علمی کے ساتھ زہد وتورع کے عملی مظاہر کا گنجینہ تھی۔اب ہم میں نہیں ہے۔معارف دینیہ اور دقائق طبیہ کے ساتھ ایک پُر وسعت مطالعہ کے امتزاج نے جو صحف آسمانی سے لے کر عام افسانوں پر محیط تھا۔نورالدین کو ایک ایسی اوج نظر پر فائز کر دیا تھا جہاں نوع انسانی کے جذبات کا طلسم کا بھید سرآشکار ہو جاتا ہے۔یہی باعث تھا کہ اس کے معانی پرور تکلم کا ایک ہلکا سا تموج کسی مخالف کی فسوں پرور بلند آہنگیوں پر ایک مہر سکوت بن جاتا تھا۔اس کی تمام آب وگل جوش دینی اور وسعت علمی کا ایک پُرندرت مجموعہ تھی اور اس کی جہاں پیما تار نظر ایک پُرجذب کمند حکمت تھی۔اس کے حکیمانہ تجسس نے کمال تورع کے ساتھ مل کر لطائف سپہری کی آغوش اس کے لئے کھول دی تھی اور حکمت ازل کی کارسازیوں پر اس کا اعتماد سطح علمیت پر فائز ہوگیا تھا۔اس کی آخری زندگی کا بیشتر حصہ تحریک احمدیہ کے ساتھ وابستہ رہا ہے اور اس کے لیل ونہار اسی جہد دینی کے پُرلطف مظاہر میں وقف ہوئے ہیں۔بے شبہ جس پُرخلوص ایثار اور شیفتہ پیوستگی کے ساتھ اس نے اپنے ہادی کا ساتھ دیا۔اس کی نظیر قدمائے ...... کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔مسیحا گردوں نشین ذات سے شائبہ مرگ کی وابستگی اور مہدی وعیسیٰ کے خصائص کا (مسیح کی وفات اور مہدی وعیسیٰ کے) ایک ذات میں اجتماع ہندی ارباب اسلام کے لئے آشوب شوریدگی اور اجتماع کا ایک تلخ پیام دیا تھا اور جس پُرخروش شدت کے ساتھ اہل اسلام کی جانب سے اس پُرغرابت نکتہ آفرینی کا تخالف ہوا وہ ایک آتش آفرین ادائے رعد کی طرح تھا۔لیکن نورالدین کا پیمان عقیدت ہجوم مخالفت کی طوفان انگیزیوں کے باوجود بہ پیوستگی استوار تھا اور وہ ایک کوہ گراں کی طرح برق جہندہ اور ابر فروشندہ (کڑکتی بجلیوں اور گرجتے بادلوں) کے سامنے یکساں پائے ثبات پر قائم تھا۔اس کی پُرخلوص استقامت سے بعید تھا کہ وہ پایان عمر تک اس سنگ آستاں سے جدا ہو۔جہاں اس کی پُرمحنت کاوشوں کو بالین آسائش ملی تھی اگرچہ میں اپنے ادراک کو تحریک احمدیہ کی بعض نکتہ آفرینیوں کا ہم وفاق نہیں دیکھتا لیکن اس پُرگداز سوزش روحانی پر محو حیرت ہوں جس کے پُرتپش غلغلے میرے متحجر جذبات کو گریۂ محبت سے آشنا کر گئے ہیں۔

نورالدین کی ذات گرامی ہماری مادی نگاہوں سے مستور ہے لیکن مساحت گیتی پر اس کے نقش پا بدستور ثبت ہیں اور منزل استقامت کی جانب ہماری رہبری کر رہے ہیں۔لطف ازل اس کی خاک پر عنبر بار ہو......"

(رسالہ البلاغ جولائی 1914ء جلد1 نمبر2 از مالیر کوٹلہ)

جب ایک غیر از جماعت عالم کی نگاہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا یہ مقام تھا تو فدایان احمد کی نگاہ میں اس مقام کی رفعت کیا ہوگی۔حضرت مسیح موعود نے جو دعا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے حق میں کی خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح کا ذکر اسی دعا کے ساتھ ختم کرتا ہے۔

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

خلافت احمدیہ

مرتبہ: سعد محمود باجوہ مربی سلسلہ

27 مئی 1908ء خدا تعالیٰ کی ایک عظیم الشان تقدیر ''قیامِ خلافت'' کے فعلی اظہار کا دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور دین کے استحکام کے لئے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو قائم فرماتے ہوئے اپنے مؤمن بندوں کے خوف کی حالت کو امن سے بدلا تا کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کی حقیقی عبادت قائم رہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ اور اس دن کی مناسبت سے نہایت اہم اور بنیادی حیثیت رکھنے والے امور کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے احمدیت کے چند ارشادات پیش ہیں:

خلافت کا مقام و مرتبہ

ارشاد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام:

''خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔ اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے''۔

(شہادت القرآن صفحہ 57۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ نمبر 353)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ:

''خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں۔ تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔''

(اخبار ''البدر'' 11 جولائی 1912ء۔ جلد 12 نمبر 2۔ صفحہ نمبر 4)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

''خلفاء نبی کی قوت قدسیہ کو جو اس کی جماعت میں ظاہر ہو رہی ہوتی ہے ضائع ہونے سے بچا کر ایک خاص پروگرام کے ماتحت استعمال کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں جماعت کی طاقتیں پراگندہ نہیں ہوتیں اور تھوڑی سی طاقت سے بہت سے کام نکل آتے ہیں کیونکہ طاقت کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوتا۔ اگر خلافت نہ ہوتی تو بعض کاموں پر تو زیادہ طاقت خرچ ہو جاتی اور بعض کام توجہ کے بغیر رہ جاتے اور تفرقہ اور شقاق کی وجہ سے کسی نظام کے ماتحت جماعت کا روپیہ اور اس کا علم اور اس کا وقت خرچ نہ ہوتا۔ غرض خلافت کے ذریعہ سے الٰہی نور کو جو نبوت کے ذریعہ سے مکمل ہوتا ہے۔ ممتد اور لمبا کر دیا جاتا ہے...... خلافت وہ ریفلیکٹر ہے جو نبوت اور الوہیت کے نور کو لمبا کر دیتا ہے اور اسے دور تک پھیلا دیتا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد 6۔ صفحہ نمبر 321-320)

آپ رضی اللہ عنہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''جماعت کے اتحاد اور شریعت کے احکام کو پورا کرنے کے لئے ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہے اور جو اس بات کو رد کرتا ہے وہ گویا شریعت کے احکام کو رد کرتا ہے۔ صحابہ کا عمل اس پر ہے اور سلسلہ احمدیہ سے بھی خدا تعالیٰ نے اسی کی تصدیق کرائی ہے۔ جماعت کے معنی ہی یہی ہیں کہ وہ ایک امام کے ماتحت ہو۔ جو لوگ کسی امام کے ماتحت نہیں وہ جماعت نہیں اور ان پر خدا تعالیٰ کے وہ فضل نازل نہیں ہو سکتے اور کبھی نہیں ہو سکتے جو ایک جماعت پر ہوتے ہیں''۔

(''کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے''۔ انوار العلوم جلد 2۔ صفحہ نمبر 13)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ:

''میں آپ کو وضاحت کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں کہ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا۔ اس کے دل میں آپ کے لئے بے انتہا محبت پیدا کر دے گا اور اس کو یہ توفیق دے گا کہ وہ آپ کے لئے اتنی دعائیں کرے کہ دعا کرنے والے ماں باپ نے بھی آپ کے لئے اتنی دعائیں نہ کی ہوں گی اور اس کو یہ بھی توفیق دے گا کہ آپ کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف وہ خود برداشت کرے اور بشاشت سے کرے اور آپ پر احسان جتائے بغیر کرے کیونکہ وہ خدا کا نوکر ہے آپ کا نوکر نہیں ہے اور خدا کا نوکر خدا کی رضا کے لئے ہی کام کرتا ہے۔ کسی پر احسان رکھنے کے لئے کام نہیں کرتا لیکن اس کا یہ حال اور اس کا یہ فعل اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی کمزوری ہے اور آپ اس کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ کمزور نہیں، خدا کے لئے اس کی گردن اور کمر ضرور جھکی ہوئی ہے۔ لیکن خدا کی طاقت کے بل بوتے پر وہ کام کرتا ہے۔ ایک یا دو آدمیوں کا سوال ہی نہیں میں نے بتایا ہے کہ ساری دنیا بھی مقابلہ میں آ جائے تو اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں''۔ (خطبات ناصر جلد 1 صفحہ نمبر 494۔ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18 نومبر 1966ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ:

''خلافت کے قیام کا مدعا توحید کا قیام ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے اٹل۔ ایسا کہ جو کبھی ٹل نہیں سکتا، زائل نہیں ہو سکتا۔ اس میں کوئی تبدیلی کبھی نہیں آئے گی ...... خلافت کا انعام یعنی آخری پھل تمہیں یہ عطا کیا گیا ہے کہ میری عبادت کرو گے، میرا کوئی شریک نہیں ٹھہراؤ گے، کامل توحید کے ساتھ میری عبادت کرتے چلے جاؤ گے اور میری حمد و ثناء کے گیت گایا کرو گے۔ یہ وہ آخری جنت کا وعدہ ہے جو جماعت احمدیہ سے کیا گیا ہے۔'' (الفضل 22 جون 1982ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز:

''اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے احمدیوں پر کہ نہ صرف ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہونے کی توفیق ملی بلکہ اس زمانے میں مسیح موعود اور مہدی کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق بھی اس نے عطا فرمائی جس میں ایک نظام قائم ہے، ایک نظام خلافت قائم ہے، ایک مضبوط کڑا آپ کے ہاتھ میں ہے جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ کڑا تو ٹوٹنے والا نہیں لیکن اگر آپ نے اپنے ہاتھ اگر ذرا ڈھیلے کئے تو آپ کے ٹوٹنے کے امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس سے بچائے۔ اس لئے اس حکم کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور نظام جماعت سے ہمیشہ چمٹے رہو۔ کیونکہ اب اس کے بغیر آپ کی بقا نہیں''۔

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ نمبر 257-256۔ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 22 اگست 2003ء)

آپ ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''قدرتِ ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرتِ ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں''۔ (الفضل انٹرنیشنل 23 تا 30 مئی 2003ء۔ صفحہ نمبر 1)

خلیفہ خدا بناتا ہے

ارشاد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام:

نبی کے بعد خلیفہ بنانا خدا تعالیٰ کا کام ہے

''صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سرِنو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمادے گا کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کام کے واسطے خلیفہ بنایا اور سب سے اول حق انہی کے دل میں ڈالا''۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ نمبر 525-524)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ:

''دنیا کے مذاہب کی حفاظت کے لئے مؤید من اللہ، نصرت یافتہ پیدا نہیں ہوتے۔ اسلام کے اندر کیسا فضل اور احسان ہے کہ وہ مامور بھیجتا ہے جو پیدا ہونے والی بیماریوں میں دعاؤں کے مانگنے والا، خدا کی درگاہ میں ہوشیار انسان، شرارتوں اور عداوتوں کے بدنتائج سے آگاہ، بھلائی سے واقف انسان ہوتا ہے۔ جب غفلت ہوتی ہے اور قرآن کریم سے بے خبری ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں میں بے سمجھی پیدا ہو جاتی ہے تو خدا کا وعدہ ہے کہ ہمیشہ خلفاء پیدا کرے گا۔ جس کے سبب سے کل دنیا میں اسلام فضیلت رکھتا ہے''۔

(اخبار ''الحکم'' 3 مارچ 1899ء۔ نمبر 7 جلد 3۔ صفحہ نمبر 5)

آپ رضی اللہ عنہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''مَیں نے تمہیں بار ہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ آدم کو خلیفہ بنایا، کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اس خلافتِ آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ حضور وہ مُفْسِدٌ فِی الْاَرْضِ اور مُسْفِکُ الدِّمَاءِ ہے۔ مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا؟ تم قرآن مجید میں پڑھ لو کہ آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو مَیں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ اور اگر اِباء اور استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادتمندی اسے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کی طرف لے آئے گی۔

ان کی (حضرت داؤدؑ کی۔ ناقل) مخالفت کرنے والوں نے تو یہاں تک ایجی ٹیشن کی کہ وہ انارکسٹ لوگ آپ کے قلعے پر حملہ آور ہوئے اور کود پڑے مگر جس کو خدا نے خلیفہ بنایا تھا کون تھا جو اس کی مخالفت کر کے نیک نتیجہ دیکھ سکے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر و عمر رضوان اللہ علیہم کو خلیفہ بنایا۔ رافضی اب تک اس خلافت کا ماتم کر رہے ہیں مگر کیا تم نہیں دیکھتے کروڑوں انسان ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر درود پڑھتے ہیں۔

مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے...... اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں، تم ان سے بچو۔ پھر سُن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے، نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ مَیں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ مَیں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے''۔ (بدر 4 جولائی 1912ء) (بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 206-205)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

''خوب یاد رکھو کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور جھوٹا ہے وہ انسان جو یہ کہتا ہے کہ خلیفہ انسانوں کا مقرر کردہ ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب اپنی خلافت کے زمانہ میں چھ سال متواتر اس مسئلہ پر زور دیتے رہے کہ خلیفہ خدا مقرر کرتا ہے نہ انسان۔ اور درحقیقت قرآن شریف کو غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ بھی خلافت کی نسبت انسانوں کی طرف نہیں کی گئی بلکہ ہر قسم کے خلفاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ انہیں ہم بناتے ہیں''۔

(''کون ہے جو خدا کے کام روک سکے''۔ انوارالعلوم جلد 2۔ صفحہ نمبر 11)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہُ اللہ تعالیٰ:

''خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جس کے متعلق دنیا سمجھتی ہے کہ اسے کوئی علم حاصل نہیں، کوئی روحانیت، اور بزرگی اور طہارت اور تقویٰ حاصل نہیں۔ اسے وہ بہت کمزور جانتے ہیں اور بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور نیستی کا لبادہ پہن لیتا ہے اور اس کا وجود دنیا سے غائب ہو جاتا ہے اور خدا کی قدرتوں میں وہ چھپ جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہوتے ہیں انہیں کہتا ہے مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے۔ یہ بندہ بیشک نحیف۔ کم علم۔ کمزور۔ کم طاقت اور تمہاری نگاہ میں طہارت اور تقویٰ سے عاری ہے لیکن اب یہ میری پناہ میں آ گیا ہے اب تمہیں بہر حال اس کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ خدا تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انتخابِ خلافت کے وقت اسی کی منشاء پوری ہوتی ہے۔ اور بندوں کی عقلیں کوئی کام نہیں دیتیں''۔ (الفضل 17 مارچ 1967ء، صفحہ نمبر 3)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہُ اللہ تعالیٰ:

''سارا عالم اسلام مل کر زور لگا لے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے وہ نہیں بنا سکتا کیونکہ خلافت کا تعلق خدا کی پسند سے ہے اور خدا کی پسند اس شخص پر انگلی رکھتی ہے جسے وہ صاحبِ تقویٰ سمجھتا ہے''۔

(خطبہ جمعہ 2 اپریل 1993ء، ہفت روزہ ''البدر'' 6 مئی 1993ء، صفحہ 4 کالم 1)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:

''ہمارا یہ ایمان ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ خود بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔ جسے خدا یہ کرتہ پہنائے گا کوئی نہیں جو اس کرتے کو اس سے اتار سکے یا چھین سکے۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جسے لوگ بعض اوقات حقیر بھی سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک ایسا جلوہ فرماتا ہے کہ اس کا وجود دنیا سے غائب ہو کر خدا تعالیٰ کی قدرتوں میں چھپ جاتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے اور اپنی تائید و نصرت ہر حال میں اس کے شامل حال رکھتا ہے۔ اور اس کے دل میں اپنی جماعت کا درد اس طرح پیدا فرما دیتا ہے کہ وہ اس درد کو اپنے درد سے زیادہ محسوس کرنے لگتا ہے اور یوں جماعت کا ہر فرد یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کا درد رکھنے والا، اس کے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا اس کا ہمدرد ایک وجود موجود ہے''۔

(روزنامہ الفضل 30 مئی 2003۔ صفحہ 2)

خلافتِ احمدیہ دائمی ہے

ارشاد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام:

''جو شخص خلافت کو صرف تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علّت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہیں تھا کہ رسول کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے۔ پھر بعد اس کے دنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پروا نہیں...... پس یہ حقیر خیال خدا تعالیٰ کی نسبت تجویز کرنا کہ اس کو صرف اس امت کے تیس برس کا ہی فکر تھا اور پھر اس کو ہمیشہ کے لئے ضلالت میں چھوڑ دیا اور وہ نور جو قدیم سے انبیاء سابقین کی امّت میں خلافت کے آئینہ میں وہ دکھلاتا رہا اس امت کے لئے دکھلانا اس کو منظور نہ ہوا۔ کیا عقلِ سلیم خدائے رحیم و کریم کی نسبت ان باتوں کو تجویز کرے گی۔ ہرگز نہیں۔ اور پھر یہ آیت خلافت ائمہ پر گواہ ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ کیونکہ یہ آیت صاف صاف پکار رہی ہے کہ اسلامی خلافت دائمی ہے اس لئے کہ يَرِثُهَا کا لفظ دوام کو چاہتا ہے۔ وجہ یہ کہ اگر آخری نوبت فاسقوں کی ہو تو زمین کے وارث وہی قرار پائیں گے نہ صالح اور سب کا وارث وہی ہوتا ہے جو سب کے بعد ہو''۔ (شہادت القرآن صفحہ نمبر 58-57۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ نمبر 354-353)

آپ علیہ السلام ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے''۔ (رسالہ الوصیت صفحہ نمبر 8-7۔ روحانی خزائن جلد نمبر 20۔ صفحہ 306-305)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ:

''عزیزم مرزا منصور احمد نے میری توجہ ایک مضمون کی طرف پھیر دی جو مرزا بشیر احمد صاحب نے خلافت کے متعلق شائع کیا ہے اور لکھا ہے کہ غالباً اس مضمون میں ایک پہلو کی طرف پوری توجہ نہیں کی گئی جس میں مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ تحریر کیا ہے کہ خلافت کا دور ایک حدیث کے مطابق عارضی اور وقتی ہے۔ میں نے اس

خط سے پہلے یہ مضمون نہیں پڑھا تھا۔ اس خط کی بناء پر میں نے مضمون کا وہ حصہ نکال کرسنا تو میں نے بھی سمجھا کہ اس میں صحیح حقیقت خلافت کے بارے میں پیش نہیں کی گئی۔ مرزا بشیر احمد صاحب نے جس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ خلافت کے بعد حکومت ہوتی ہے اس حدیث میں قانون نہیں بیان کیا گیا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے حالات کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے اور پیشگوئی صرف ایک وقت کے متعلق ہوتی ہے سب اوقات کے متعلق نہیں ہوتی۔ یہ امر کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت نے ہونا تھا اور خلافت کے بعد حکومت نے ہونا تھا اور ایسا ہی ہو گیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا کہ ہر مامور کے بعد ایسا ہی ہوا کرے گا۔ قرآن کریم میں جہاں خلافت کا ذکر ہے وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ خلافت ایک انعام ہے پس جب تک کوئی قوم اس انعام کی مستحق رہتی ہے وہ انعام اسے ملتا رہیگا۔ پس جہاں تک مسئلہ اور قانون کا سوال ہے وہ صرف یہ ہے کہ ہر نبی کے بعد خلافت ہوتی ہے اور وہ خلافت اس وقت تک چلتی چلی جاتی ہے جب تک کہ قوم خود ہی اپنے آپ کو خلافت کے انعام سے محروم نہ کردے۔ لیکن اس اصل سے ہرگز یہ بات نہیں نکلتی کہ خلافت کا مٹ جانا لازمی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی خلافت اب تک چلی آرہی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ پوپ صحیح معنوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کا خلیفہ نہیں لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی تو مانتے ہیں کہ امت عیسوی بھی صحیح معنوں میں مسیح کی امت نہیں پس جیسے کو تیسا تو ملا ہے مگر ملا ضرور ہے بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے موسیٰؑ کے بعد ان کی خلافت عارضی رہی لیکن حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان کی خلافت کسی نہ کسی شکل میں ہزاروں سال تک قائم رہی۔ اسی طرح گو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت محمدیہ تواتر کے رنگ میں عارضی رہی لیکن مسیح محمدی کی خلافت مسیح موسوی کی طرح ایک غیر معین عرصہ تک چلتی چلی جائے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس مسئلہ پر بار بار زور دیا ہے کہ مسیح محمدی کو مسیح موسوی کے ساتھ ان تمام امور میں مشابہت حاصل ہے جو امور کہ تکمیل اور خوبی پر دلالت کرتے ہیں سوائے ان امور کے جن سے بعض ابتلاء ملے ہوتے ہیں ان میں علاقۂ محمدیت علاقۂ موسویت پر غالب آجاتا ہے اور نیک تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ مسیح اول صلیب پر لٹکایا گیا لیکن مسیح ثانی صلیب پر نہیں لٹکایا گیا کیونکہ مسیح اول کے پیچھے موسوی طاقت تھی اور مسیح ثانی کے پیچھے محمدی طاقت تھی۔ خلافت چونکہ ایک انعام ہے ابتلا نہیں اس لئے اس سے بہتر چیز تو احمدیت میں آسکتی ہے جو کہ مسیح اول کو ملی لیکن وہ ان نعمتوں سے محروم نہیں رہ سکتا جو کہ مسیح اول کی امت کو ملیں کیونکہ مسیح اول کی پشت پر موسوی برکات تھیں اور مسیح ثانی کہ پشت پر محمدی برکات ہیں۔ پس جہاں میرے نزدیک یہ بحث نہ صرف یہ کہ بے کار ہے بلکہ خطرناک ہے کہ ہم خلافت کے عرصہ کے متعلق بحثیں شروع کر دیں وہاں یہ امر ظاہر ہے کہ سلسلہ احمدیہ میں خلافت ایک بہت لمبے عرصے تک چلے گی جس کا قیاس بھی اس وقت نہیں کیا جا سکتا اور اگر خدانخواستہ بیچ میں کوئی وقفہ پڑے بھی تو وہ حقیقی وقفہ نہیں ہوگا بلکہ ایسا ہی وقفہ ہوگا جیسے دریا بعض دفعہ زمین کے نیچے گھس جاتے ہیں اور پھر باہر نکل آتے ہیں کیونکہ جو کچھ اسلام کے قرون اولیٰ میں ہوا وہ ان حالات سے مخصوص تھا وہ ہر زمانے کے لئے قاعدہ نہیں تھا۔ (الفضل 3 اپریل 1952ء)

آپ رضی اللہ عنہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''یہ امر تو خدا تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے اور جب یہ اس کا قائم کردہ سلسلہ ہے تو یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میری موت کا وقت آجائے اور دنیا یہ کہے کہ مجھے اپنے کام میں کامیابی نہیں ہوئی۔ میری وفات خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اس دن ہوگی جس دن میں خدا تعالیٰ کے نزدیک کامیابی کیساتھ اپنے کام ختم کروں گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیشگوئیاں پوری ہو جائیں گی جن میں میرے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کے غلبہ کی خبر دی گئی ہے۔ اور وہ شخص بالکل عدم علم اور جہالت کا شکار ہے جو ڈرتا ہے کہ میرے مرنے سے کیا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تو جاتا ہوں لیکن خدا تمہارے لئے قدرت ثانیہ بھیج دیگا مگر ہمارے خدا کے پاس قدرت ثانیہ ہی نہیں اس کے پاس قدرت ثالثہ بھی ہے اور اس کے پاس قدرت ثالثہ ہی نہیں قدرت رابعہ بھی ہے۔ قدرت اولیٰ کے بعد قدرت ثانیہ ظاہر ہوئی اور جب تک خدا اس سلسلہ کو ساری دنیا میں نہیں پھیلا دیتا اس وقت تک قدرت ثانیہ کے بعد قدرت ثالثہ آئے گی۔ قدرت ثالثہ کے بعد قدرت رابعہ آئے گی۔ قدرت رابعہ کے بعد قدرت خامسہ آئے گی۔ قدرت خامسہ کے بعد قدرت سادسہ آئے گی اور خدا کا ہاتھ لوگوں کو معجزہ دکھاتا چلا جائیگا۔ اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اور زبردست سے زبردست بادشاہ بھی اس سکیم اور مقصد کے راستہ میں کھڑا نہیں ہوسکتا جس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلی اینٹ بنایا اور مجھے اس نے دوسری اینٹ بنایا''۔ (خطبہ جمعہ 8 ستمبر 1950ء مطبوعہ روزنامہ الفضل 22 ستمبر 1950 صفحہ 6)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو ایک عظیم وعدہ یہ بھی دیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد جماعت احمدیہ اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی قیامت تک اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتی رہے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے رسالہ الوصیت میں اسے قدرت ثانیہ یعنی خلافت حقہ قرار دیا ہے۔ چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کہ ایک مجسم قدرت ہوں۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ آپ بہرحال انسان ہیں۔ ایک وقت میں آپ نے اس دنیا سے کوچ کر جانا ہے۔ کیا آپ کی وفات کے بعد جماعت اس مجسم قدرت سے محروم ہو جائے گی۔ آپ نے اس خوف کو دور کرنے کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت سنائی کہ میرے بعد بھی جماعت میں اللہ تعالیٰ کی قدرتیں اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتی رہیں گی اور یہ سلسلہ جب تک کہ جماعت احمدیہ پر قیامت نہیں آجاتی اور روحانی طور پر یہ جماعت مردہ نہیں بن جاتی (والعیاذ باللہ) اس وقت تک یہ جماعت خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتی رہے گی۔''

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 210)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ:

''میں آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ...... اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام پر پہنچ چکی ہے

خدا کی نظر میں ۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشوونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدے فرمائے ہیں کہ کم از کم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی ۔ تو دعائیں کریں، حمد کے گیت گائیں اور اپنے عہدوں کی پھر تجدید کریں''۔

(خطبات طاہر جلد 1 صفحہ نمبر 19-18 ۔ خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18 جون 1982ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:

'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سلسلہ خلافت کو ہمیشہ کے لئے قرار دیا ہے ۔ جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے ...... کہ خلافت جماعت احمدیہ میں ہمیشہ رہنی ہے ۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا ۔ پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگی ۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا ۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذاء رساں بادشاہت قائم ہوگی ۔ جب یہ دور ختم ہوگا تو اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی جب تک اللہ چاہے گا ۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا ۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوگی ۔ اور یہ فرما کر آپؐ خاموش ہوگئے ۔ (مشکوٰۃ باب الانذار و التحذیر)

اور یہ جو دوبارہ قائم ہونی تھی یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی قائم ہونی تھی ۔ پس یہ خاموش ہونا بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جو سلسلہ خلافت شروع ہونا ہے یا ہونا تھا ۔ یہ دائمی ہے ۔ اور یہ الٰہی تقدیر ہے ۔ اور الٰہی تقدیر کو بدلنے پر کوئی فتنہ پرداز بلکہ کوئی شخص بھی قدرت نہیں رکھتا ۔ یہ قدرت ثانیہ یا خلافت کا نظام اب انشاء اللہ تعالیٰ قائم رہنا ہے اور اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اگر یہ مطلب لیا جائے کہ وہ تیس سال تھی تو وہ تیس سالہ دور آپ کی پیشگوئی کے مطابق تھا اور یہ دائمی دور بھی آپ کی پیشگوئی کے مطابق ہے ۔ قیامت کے وقت تک کیا ہونا ہے یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ۔ لیکن یہ بتا دوں کہ یہ دورِ خلافت آپ کی نسل در نسل در نسل اور بے شمار نسلوں تک چلے جانا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ، بشرطیکہ آپ میں نیکی اور تقویٰ قائم رہے''۔ (مشعلِ راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 20-19)

خلافت کی اطاعت

ارشاد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام:

'' اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے ۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے ۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے ۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے ۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی ...... پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے ۔ خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی ۔ وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارگراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام آراؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا ۔ ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے ...... انہوں نے ایک صداقت اور حق کو قبول کیا تھا اور پھر سچے دل سے قبول کیا تھا ۔ اس میں کوئی تکلف اور نمائش نہ تھی ۔ ان کا صدق ہی ان کی کامیابیوں کا ذریعہ ٹھہرا ۔ یہ سچی بات ہے کہ صادق اپنے صدق کی تلوار سے ہی کام لیتا ہے ۔ آپ (پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل وصورت جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا اور جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لیے ہوئے تھی ۔ اُس میں ہی ایک کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچے لیتے تھے اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور اس کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو ان کو دیکھتا تھا وہ بے اختیار ہو کر ان کی طرف چلا آتا تھا ۔ غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اسی جماعت کیساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی ۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے اس لیے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو ۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو ۔ باہم محبت ہو تو ویسی ہو ۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی''۔

(تفسیر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ 246 تا 248)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ:

'' ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حبل اللہ کے ساتھ ہو ۔ قرآن تمہارا دستور العمل ہو ۔ باہم کوئی تنازع نہ ہو کیونکہ تنازع فیضان الٰہی کو روکتا ہے ۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم جنگل میں اسی نقص کی وجہ سے ہلاک ہوئی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے احتیاط کی اور وہ کامیاب ہوگئے ۔ اب تیسری مرتبہ تمہاری باری آئی ہے ۔ اس لئے چاہئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے ۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ ۔ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں ۔ استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو ۔ وحدت کو ہاتھ سے نہ دو ۔ دوسرے کے ساتھ نیکی اور خوش

معاملگی میں کوتاہی نہ کرو۔ تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آسکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرو۔ کیونکہ شکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ (ابراھیم:8) لیکن جو شکر نہیں کرتا وہ یاد رکھے اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ (ابراھیم:8)''۔(خطبات نور صفحہ 131)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

''اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے، اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے۔ اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے، اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے، اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 27 اگست 1937ء۔ الفضل 4 ستمبر 1937۔ صفحہ 4-3)

آپ رضی اللہ عنہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے ...... ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاتا ہوں، ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں، خدا کے حضور اس کے ان دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی۔ جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 25 اکتوبر 1946ء۔ مطبوعہ الفضل 15 نومبر 1946۔ صفحہ 6)

آپ رضی اللہ عنہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے عقلمند اور مدبر ہو، اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو، ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم اللہ تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا، تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔'' (الفضل 4 ستمبر 1937ء۔ صفحہ 8)

آپ رضی اللہ عنہ ایک اور مقام پر مزید فرماتے ہیں:

''خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفۂ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 24 جنوری 1936ء۔ مطبوعہ الفضل 31 جنوری 1936ء۔ صفحہ 9)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ:

''آپ نے خلافت کی حفاظت کا جو وعدہ کیا ہوا ہے اس میں بھی یہ بات داخل ہے کہ خلافت کے مزاج کو نہ بگڑنے دیں۔ خلافت کے مزاج کو بگاڑنے کی ہرگز کوشش نہ کریں ہمیشہ اس کے تابع رہیں۔ ہر حالت میں امام کے پیچھے چلیں۔ امام آپ کی راہ نمائی کے لئے بنایا گیا ہے اس لئے کسی وقت بھی اس سے آگے نہ بڑھیں۔'' (الفضل 11 فروری 1994ء)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''قیامت تک کے لئے خلافت سے اپنا دامن اس مضبوطی سے باندھ لیں کہ جیسے عروۂ وثقیٰ پر ہاتھ پڑ گیا ہو جس کا ٹوٹنا مقدر نہیں...... آپ اگر خلافت کے ساتھ رہیں گے تو خلافت لازماً آپ کے ساتھ رہے گی اور یہی دونوں کا ساتھ ہے تو حید پر منتج ہوگا۔'' (ماہنامہ خالد مئی 1994ء صفحہ نمبر 2)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:

''آپ میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ دعاؤں پر بہت زور دے اور اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھے اور یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھے کہ اس کی ساری ترقیات اور کامیابیوں کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی ہے۔ وہی شخص سلسلہ کا مفید وجود بن سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو اس کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ جب تک آپ کی عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت رہیں گی۔ اور آپ اپنے امام کے پیچھے پیچھے اس کے اشاروں پر چلتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت آپ کو حاصل رہے گی''۔(روزنامہ الفضل 30 مئی 2003ء۔ صفحہ 2)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ وفا کے ساتھ خلافت سے وابستہ رہنے، خلافت کی کامل اطاعت کرنے اور خلیفۂ وقت کے ہر ارشاد پر لفظاً و معناً عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خلافت کا انعام تا قیامت جماعت احمدیہ کو بفضلہٖ تعالیٰ حاصل رہے۔ جماعتِ احمدیہ کا ہر فرد خلافت کا سلطان نصیر بنے۔ آمین

مذہبِ حق اور توحید

اس زمانہ میں مذہب کے نام سے بڑی نفرت ظاہر کی جاتی ہے اور مذہب حقہ کی طرف آنا تو گویا موت کے منہ میں جانا ہے۔ مذہبِ حق وہ ہے جس پر باطنی شریعت بھی شہادت دے اُٹھے۔ مثلاً ہم اسلام کے اصولِ توحید کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی حقانی تعلیم ہے کیونکہ انسان کی فطرت میں توحید کی تعلیم ہے اور نظارہ قدرت بھی اس پر شہادت دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مخلوق کو متفرق پیدا کر کے وحدت ہی کی طرف کھینچا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحدت ہی منظور تھی۔ پانی کا ایک قطرہ اگر چھوڑیں تو وہ گول ہوگا۔ چاند، سورج سب اجرام فلکی گول ہیں اور کرویّت وحدت کو چاہتی ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 219۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

تاریکی سے روشنی تک......ایک روحانی سفر

(واحداللہ جاوید)

(دوسری اور آخری قسط)

الغرض احمدیت کی سچائی کے متعلق نشانات دیکھنے کے بعد میں پھر خدا کی طرف متوجہ ہوا اور رات بھر بہت توجہ سے دعائیں کیں۔اور اگلے دن ڈاکٹر منور صاحب کے اشارہ پر بیعت کے لئے تیار ہوگیا۔تب مکرم محمد انور قریشی صاحب (حال نائب ناظر بیت المال آمد صدر انجمن احمدیہ ربوہ) وہاں مربی سلسلہ تعینات تھے۔ان کو بھی بلا بھیجا۔وہ تشریف لائے تو اپنی طرف سے مخلصانہ مشورہ دینا چاہا کہ چند دن مزید غور کرلیں۔ میں نے بظاہر مشورہ مان لیا اور کہا کہ اگر ان دنوں میں میری موت ہوگئی تو آپ ہی ذمہ دار ہوں گے۔ مجھے خوب علم تھا کہ یہ ذمہ داری کوئی بھی نہیں اٹھا سکتا اور ایسا ہی ہوا۔ وہ کہنے لگے: ''نہیں نہیں! میں یہ ذمہ داری نہیں لے سکتا۔'' پھر بتایا کہ انہیں میری اس قدر سنجیدگی کا علم نہیں تھا۔

خاکسار نے اسی وقت بیعت فارم پُر کیا اور دستخط کر دیئے تو حالت ہی بدل گئی، میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا کہ کوئی فرد سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں احمدی ہوسکتا ہوں۔اس نعمت کے ملنے پر مجھے پاکستان واپسی کا بھی اطمینان ہوگیا کہ جس مقصد کے لئے خدا نے روکا ہوا تھا وہ مل گیا ہے۔

قصہ مختصر اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر واپسی کا بندوبست کر دیا تھا۔

عمرے میں ناکامی مگر!!!!

پاکستان واپسی کے لئے مکرم انور قریشی صاحب ہمیں ایئر پورٹ پر چھوڑنے آئے ۔آخری لمحات تک پریشانی برقرار رہی۔ آخر کار جہاز افریقہ سے جدہ ایئر پورٹ پہنچا وہاں میرا دوست ایئر پورٹ سے باہر نکل گیا اور مجھے باوجود تمام دعاؤں اور کوششوں کے عمرہ کی اجازت نہ مل سکی۔ غالباً 5 گھنٹے ایئر پورٹ پر قیام کے بعد پاکستان کی فلائٹ میں بیٹھ گیا مگر دل بہت پریشان اور بے چین تھا۔ دل ہی دل میں خدا تعالیٰ سے بحث شروع کردی۔ جس کا لبِ لباب یہ تھا کہ مَیں تو مجبور تھا ڈیکلیریشن فارم پر دستخط نہیں کرسکتا تھا مگر یا اللہ! تُو تو مختار ہے، تجھے کیا مجبوری تھی؟ کیا احمدیت کا پہلا انعام یہ مل رہا ہے کہ میں دربار رسول ﷺ سے مایوس جا رہا ہوں؟ سخت بے چینی کے ماحول میں میری آنکھ لگ گئی۔ اللہ تعالیٰ خواب میں تشریف لے آیا۔ میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور تسلی دی کہ تم نے صرف تین دن اس کیفیت میں رہنا تھا ہم تمہیں تمام عمر اس کیفیت میں رکھیں گے۔

احمدیت کا دراصل یہ پہلا انعام تھا جس سے مَیں نے پریشانی کو خوشی میں بدلتے دیکھا۔ گویا زندگی میں پہلی دفعہ خوف کو امن میں بدلتے دیکھا۔اس سرمایہ حیات رؤیا کو دیکھتے ہی پاکستان آ گیا اور بجائے اپنے اہل وعیال کے پاس جانے کے سیدھا سکھ چین کے پاس جا قیام کیا۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میرے جانے کے بعد میری اہلیہ بچوں کو لے کر لاہور سے اپنے میکے جڑانوالہ چلی گئی تھی۔ لاہور میں مکان پہلے ہی کرایے کا تھا۔ میرے چلے جانے اور واپسی کا کوئی پروگرام نہ ہونے کی وجہ سے اہلیہ نے مناسب جانا تھا کہ گھر خالی کر کے سامان وغیرہ بھی ساتھ لے جائے۔اس لئے میرے پاس لاہور میں اترنے کے بعد کوئی اَور ٹھکانہ نہ تھا۔ دوسرا سکھ چین سے جو تعلق تھا اس کا تقاضہ بھی تھا کہ اسے اس دولت کا پتہ دیا جائے جو مَیں نے پالی تھی۔

سکھ چین کا اقرار اور انکار

سکھ چین کو تمام حالات و واقعات سے آگاہ کیا اور احمدیت کی سچائی بیان کردی۔ یہ سچائی واضح کرنے میں مجھے تین دن لگ گئے۔ اس کے پاس سے رخصت ہوتے ہوئے مَیں نے خدا کا شکر بھی ادا کیا کہ مَیں ان کو احمدیت سمجھانے میں کامیاب ہوگیا۔مگر یہ خوشی زیادہ عرصہ برقرار نہ رہی اور اگلی ہی ملاقات میں ختم ہوگئی۔ سکھ چین نے عذر پیش کیا کہ آپ نے تین دن مسلسل مجھے تبلیغ کی ہے۔مَیں تو تین گھنٹے کی فلم دیکھ لوں تو اس کا اثر ذہن پر ہوجاتا ہے۔اس پر مجھے سمجھ آئی کہ مَیں کہاں سر کھپا تا رہا ہوں۔ایک اور طویل ملاقات کے بعد مَیں نے مشورہ دیا کہ آپ ایسا کریں کہ خدا تعالیٰ سے راہنمائی لے لیں۔ طے پا گیا کہ چالیس دن تک روزانہ نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے پوچھا جائے۔ دعا پر ابھی پندرہ بیس دن ہی گزرے تھے کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک ایرانی النسل بزرگ ہاتھ میں تسبیح پکڑے مجھے کہہ رہے ہیں کہ 'مرزا سچا ہے'۔ مَیں نے ایسے الفاظ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شایانِ شان خیال نہ کیا اور اللہ سے مزید دعا کی کہ ایسے الفاظ تو ہوں جو میں سکھ چین کو فخر سے بتا سکوں۔ اگلے روز ہی یہ خواب آگئی کہ میں اپنی والدہ کو بتا رہا ہوں کہ مجھے رسول پاک ﷺ نے بتایا ہے کہ 'مرزا سچا ہے'۔ یہ صورتحال مجھے بہت پسند آئی اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

سسرال اور بیوی کا ردّ عمل

اب سسرال والوں کی سنئے ۔جب مَیں بیوی بچوں کے پاس جڑانوالہ اچانک پہنچا تو رات ہو چکی تھی۔سب کے لئے یہ اچانک آمد ایک خوشگوار حیرت کا باعث تھی۔ سب خوش تھے مگر اچانک تھوڑی دیر بعد ہی میری اہلیہ نے زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ سب پوچھتے رہے کیا ہوا ہے مگر وہ خاموش تھی اور ٹالتی رہی۔ میرا ماتھا ٹھنکا دراصل میرے نائیجیریا قیام کے دوران ڈاک وغیرہ احمدیہ ہسپتال کے ذریعے آتی جاتی تھی اور میرے سسرال والوں کو خوف تھا کہ میں احمدی نہ ہو جاؤں۔اور میری سابقہ دینی حالت سے بھی وہ ہمیشہ ہی غیر مطمئن رہے تھے۔لہٰذا میرے آنے سے قبل کئی بار اس موضوع پر میری اہلیہ سے بات کر کے میرے مرتد ہو جانے کے خدشات کا اظہار کر چکے تھے۔ لہٰذا میرے گھر آتے ہی میری اہلیہ نے سب سے

چھپ کر میرے سفری بیگ کی تلاشی لے لی اور اس میں وفات مسیح اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی کتابوں کے حوالے میری ڈائری میں دیکھ لئے جس سے اُسے شک ہوگیا کہ مَیں شاید احمدی ہوگیا ہوں۔ اسی لئے اس کی ایسی حالت ہوگئی تھی۔ مَیں نے اکیلے میں کسی نہ کسی طرح اس کو تسلی دلا دی کہ مَیں مسلمان ہی ہوں۔

ایک روز مَیں نماز سے فارغ ہوا تو جو پہلا سوال مجھ پر داغا گیا وہ یہ تھا کہ میں نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیوں نہیں مانگی؟ میں نے کہا اس لئے کہ رسول پاک ﷺ بھی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگا کرتے تھے۔ ان کے شکوک کو مزید تقویت ملی۔ تمام سسرال والے، جن میں میرے سسر، ساس، نسبتی بھائی اور ہمشیرہ شامل تھی مع میری اہلیہ کے میرے پاس آئے اور مجھ پر سوالات کی صورت میں جرح شروع کردی۔ مجھے صحن میں بیٹھنے کا حکم مل گیا۔ اب ایک عجیب تکلیف دہ منظر تھا۔ تمام لوگ میرے بارے میں گفتگو کررہے تھے اور بار بار میری طرف متنفر نظروں سے دیکھتے تھے اور کسی ایسے فیصلے پر جلد پہنچنے کی کوشش کررہے تھے جو یقیناً میرے لئے صدمے کا باعث بننے والا تھا۔ صحیح معنوں میں خدا خدا کرکے فیصلہ سنائے جانے کی گھڑی آئی جو کچھ اس طرح سے تھا کہ احمدیت چھوڑ دو اور مسلمان ہو جاؤ یا پھر دوسرا راستہ کھلا ہے اور ساتھ ہی بیرونی کھلے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ مَیں نے کہا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ کہا گیا کلمہ پڑھو۔ مَیں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ پھر میرے سسر نے کہا کہ مرزے کو گالی دو (نعوذ باللہ)۔ مَیں نے جواب دیا کہ یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ مَیں تو احمدی نہ بھی ہوا ہوتا تو ایسی قبیح حرکت نہ کرپاتا اور نہ ہی مَیں اسے کلمے کا حصہ سمجھتا ہوں۔

اب یاد نہیں کہ میرے سسر یا برادر نسبتی نے پوچھا کہ ہمیں کیسے یقین ہو کہ تم مسلمان ہوگئے ہو؟ مَیں نے ان کو سمجھایا کہ ہر کام کا ایک طریق ہوا کرتا ہے۔ مجھ سے پہلے یہ پوچھیں کہ مَیں احمدی کیوں ہوا؟ پھر اس کے مطابق علاج کریں۔ مَیں نے اگر احمدیت قبول کی ہے تو صرف اور صرف اللہ کے خوف سے اور اس کے رسول پاک ﷺ کی حکم عدولی کے خوف سے۔ کیونکہ میں نے بھی پڑھ رکھا تھا کہ حدیث میں حکم ہے کہ جب تم حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ پاؤ تو اسے میرا اسلام کہو اور اس کی بیعت کرو۔ اب آپ لوگوں کے خیال میں مَیں نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا ہے کہ ایک جھوٹے نبی کو مان لیا ہے۔ سب نے بیک آواز کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ اس پر مَیں نے کہا کہ تو پھر ٹھیک ہے آپ مجھے مزید ڈرا دیں میں ڈر جاؤں گا تو چھوڑ دوں گا۔ ڈرانا صرف اتنا ہی ہے کہ مجھے وہ سزا بتادینی ہے جو اس عظیم گناہ کے لئے مقرر ہے۔ قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ میں اپنے اونٹ کی گمشدہ رسی بھی قرآن سے تلاش کرلیتا ہوں۔ آپ مجھے قرآن سے وہ آیت دکھادیں جس میں جھوٹے نبی کو ماننے کی سزا درج ہے، مَیں فوراً ہی چھوڑ دوں گا۔ بے شک سزا اتنی ہی ہو کہ قیامت کے روز اللہ پاک ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے لئے بھی مجھ سے منہ پھیرلے گا، مَیں تو یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا۔

میری اس معقول بات پر تمام لوگ متفق ہوگئے۔ مَیں نے بظاہر مزید آسانی پیدا کرنے کے لئے کہا کہ اگر قرآن مجید سے کوئی ایسی آیت نہ ملے تو حدیث ہی دکھادیں کہ نبی پاک ﷺ نے یہ سزا بتائی ہے۔ مَیں نے نہ راوی کا پوچھنا ہے کہ کون ہے؟ نہ حدیث کی سند مانگنی ہے کہ ضعیف ہے کہ متند۔ بے شک وضعی قسم کی ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے مان لینی ہے۔ اس پر ماحول مزید بہتر ہوگیا۔

تیسری بات مَیں نے ایک اور یہ کی کہ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم از کم کوئی ایسی بات بتادیں جو پہلے کافروں نے کبھی نہ کی ہو۔ نئی بات کریں جو دل پر اثر کرنے کے قابل ہو۔ تحقیق کے لئے تین یوم کا وقت مقرر ہوگیا۔

اس پر گھر کا ماحول میرے سسر نے بدل دیا اور اعلان کیا کہ کچھ نہیں ہوا۔ مجھے بھی وقت میسر آگیا جسے مَیں نے تحفہ خداوندی خیال کیا اور ساری رات اپنی اہلیہ کو احمدیت سمجھانے میں لگادی۔ اپنے خیال میں جب سب سمجھا چکا تو سوال کیا کہ اب بتاؤ کہ مَیں نے کتنا بڑا گناہ کرلیا ہے؟ مگر اہلیہ کا جواب سن کر میں حیران ہوگیا۔ کہنے لگی مجھے پہلے ہی علم تھا کہ آپ خلوص میں ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ کوئی بات نہیں ابا جان آپ کو سمجھائیں گے تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ مجھے وہ شخص یاد آگیا جس نے تمام رات ہیر رانجھا کی داستان سنی اور صبح سوال کردیا کہ کیا ہیر رانجھا بہن بھائی تھے؟

اگلے روز خلاف معمول میرے سسر صاحب گھر آگئے۔ وگرنہ ظہر کی نماز کے بعد دکان سے آیا کرتے تھے۔ آتے ہی میری طرف چھڑی سے اشارہ کیا۔ پھر اُسی چھڑی سے اشارہ دروازے کی طرف کیا اور ہلکے سے 'چلے جاؤ' بھی کہا۔ جو ہونا تھا اُس کا مجھے اندازہ تھا۔ مگر اس قدر جلد ہوگا، یہ اندازہ نہ تھا۔ یہ بعد میں معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے اسی دن اپنے شہر کی جماعت اسلامی کے ممبران اکٹھے کرکے معاملہ پیش کردیا تھا کہ میرا داماد احمدی ہوگیا ہے اور یہ تین باتیں کی ہیں کہ:

1۔ جھوٹے نبی کو ماننے کی سزا قرآن سے بتائیں یا

2۔ حدیث مبارکہ سے بتائیں یا

3۔ کوئی ایسی دلیل دیں جو کبھی کفار نے نہ دی ہو۔

اس اجلاس میں یہ طے پایا گیا کہ قاری صاحب (میرے سسر) فوراً گھر چلے جائیں اور گھر بچائیں کیونکہ گھر میں نقب لگ چکی ہے۔ یوں قاری صاحب گھر آئے اور اب مجھے گھر سے باہر نکل جانے کو کہہ رہے تھے۔ میں صورت حال کو فوری بھانپ گیا اور سادگی اور معصومیت کی اداکاری شروع کردی کہ مجھے سمجھایا جائے، مَیں تو ایک عام آدمی ہوں جبکہ آپ عالم فاضل ہیں۔ مگر وہ اس جھانسے میں آنے والے نہ تھے۔ اس بات کا علم تو مجھے تھا مگر مَیں یہ سب اپنی اہلیہ کے لئے کررہا تھا۔ جس میں کامیاب ہوگیا۔ لہٰذا اُس نے مداخلت کی اور اپنے ابا کو مخاطب ہوکر کہا: ''ابا جان! مَیں اس شخص کو جانتی ہوں۔ یہ نہ تو ڈرپوک ہے اور نہ ہی لالچی۔ اگر خلوص سے ٹھوکر کھا گیا ہے تو آپ کا کام سمجھانا ہے''۔ سسر صاحب تو گویا قسم کھا کر آئے تھے کہ بات تک نہیں سننی۔ فوراً بولے: ''تم نہیں جانتی اس نے جو باتیں کی ہیں وہ واپسی والی نہیں ہیں۔ ان شرائط میں بہت بڑی چال چلی ہے''۔

مگر اب کی بار اہلیہ بات ماننے کو تیار نہ تھی۔ مُصر تھی کہ وہ مجھے سمجھائیں۔ میرے سسر نے جب یہ حالات دیکھے تو ایک جذباتی تقریر کرڈالی۔ وہ باقاعدہ خطیب تھے اور بہت اچھے مقرر تھے۔ لفظوں کا برمحل استعمال کرنا جانتے تھے اور

جماعت اسلامی کی ذہنیت کے عین مطابق ایسی ڈنڈی مارتے تھے کہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ جماعت اسلامی کا رنگ مکمل نہیں تو کافی حد تک چڑھا ہوا تھا۔ تقریر کچھ یوں تھی: ''بیٹی آج تم پر بہت بڑی آزمائش آن پڑی ہے۔ ہم نے تمہاری تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اب تک یہ یہ...... کتب پڑھائی ہیں (کافی کتب کے نام لے دیے جن میں مودودی صاحب کی 'تفہیم القرآن' مجھے یاد رہی)۔ آج اگر تم نے اپنے خدا کے حضور ثابت قدمی نہ دکھائی تو ہماری طرف سے چھٹی ہوگی۔ مگر یاد رکھنا کہ جاوید پر عذاب آنا ہی آنا ہے۔ یہ اپاہج ہوجائے گا۔ پاگل ہوجائے گا۔ ہوسکتا ہے مر بھی جائے۔ پھر تم نے واپس آکر ہمارا دروازہ کھٹکھٹایا تو یاد رکھنا دروازہ کھولنا ہماری غیرت ایمانی کے خلاف ہوگا۔ لہٰذا یہ نہیں کھلے گا۔ ہاں اگر آج تم ثابت قدمی دکھاؤ اور سچے خدا اور سچے رسول کا ساتھ نہ چھوڑو اور جھوٹے نبی اور جھوٹے خدا (میری طرف اشارہ کر کے کہا) کا ساتھ چھوڑ دو تو یہ اڑھائی لاکھ روپیہ تمہارے بنک اکاؤنٹ میں جمع کروا دیتے ہیں جس کا منافع اس کی دو تنخواہوں سے بھی زیادہ ملے گا (یاد رہے کہ 1984ء میں روپے کی قدر اس سے بہت بہتر تھی جو آج یعنی 2014ء میں ہے)۔ لہٰذا آرام سے بچے پالو اور پیروں کی سی زندگی گزارو''۔

یہ تقریر سن کر مجھے ایسا لگا کہ اب کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اہلیہ اور بچوں پر جب نظر ڈالی تو مجھے امید کی ایک کرن نظر آئی۔ وہ مجھے تقریر سے متاثر نظر نہ آئی۔ مَیں نے غور سے دیکھا تو اسے مزید حوصلہ ہوگیا اور اس نے اپنے والد صاحب سے دوٹوک بات کرتے ہوئے کہا ''ابا جان! جاوید آپ سے سمجھنا چاہتے ہیں اور آپ سمجھا نہیں پا رہے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں کوئی بھی عالم نہیں سمجھا سکتا۔ مَیں ان کو کسی اور عالم کے پاس لے جاؤں گی اور وہ انہیں سمجھا دے گا۔ اگر یہ نہ سمجھے تو مَیں واپس آجاؤں گی۔ آپ کی مرضی ہوگی دروازہ کھولیں یا بند رکھیں۔ میرا خدا مالک ہے۔ مگر یہ بے اصولی میں نہیں کرسکتی کہ ایسے وقت میں جب یہ ٹھوکر کھا گئے ہیں ان کو ایسے ہی چھوڑ دوں (یعنی بنا اتمام حجت کے)''۔

یہ سن کر میرے سسر نے بڑے متکبرانہ انداز میں کہا ''اور کون عالم ہے جس کے پاس لے جانا چاہتی ہو؟'' (یعنی ان کے علاوہ)۔ ''مَیں ان کو طاہر القادری کے پاس لے کر جاؤں گی اور اگر وہ بھی انہیں نہ سمجھا سکے تو واپس آجاؤں گی''۔

اس پر ماحول بڑا عجیب سا ہوگیا۔ میرے سسرال والوں کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں۔ وہ ذہنی طور پر تو متفق نہ ہوئے تھے مگر ان حالات میں سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اگلے روز خدا کے فضل سے مَیں اپنی اہلیہ اور دو بیٹوں کے ہمراہ جڑانوالہ سے رخصت ہوگیا۔ تاہم منجھلے بیٹے کو سسرال کے اصرار پر ان کے پاس ہی چھوڑ آیا۔ کیونکہ ایک تو سسرال والے منجھلے بیٹے کے ساتھ نسبتاً زیادہ لگاؤ رکھتے تھے اور شاید وہ اہلیہ کی واپسی کو ضمانت کے طور پر بھی اقدام کرنا چاہتے تھے۔ خیر میں نے اسی کو غنیمت جانا۔

اب اپنا گھر تو تھا نہیں۔ لہٰذا مختلف عزیز و اقارب کے گھر ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ تقریباً سب اقرباء میں ہی یہ خبر پہنچ چکی تھی۔ اکثر نے میزبانی سے انکار کر دیا اور مختلف وجوہات بتائیں۔ کسی نے کہا کہ کافر ہوگئے ہو۔ کسی نے کہا کہ ہم تمہارے والد کی ناراضگی مول نہیں لے سکتے وغیرہ وغیرہ۔ میری اکلوتی ہمشیرہ فرحت خانم مرحومہ نے گھر میں داخلے کی اجازت دے دی۔

ڈاکٹر طاہر القادری کے ساتھ بحث

میری اہلیہ نے بتایا کہ فلاں تاریخ کو ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے ملاقات کا وقت دیا ہے۔ ابھی اس وقت میں ایک ہفتہ باقی تھا۔ مقررہ تاریخ پر لاہور پہنچ گئے۔ یہ 1985ء کا آغاز تھا اور اس زمانے میں طاہر القادری صاحب سمن آباد لاہور میں رہائش پذیر تھے۔ بہر حال ملاقات ہوئی تو پہلا سوال تھا کہ ''آپ احمدی کیسے ہوگئے؟'' میں نے ان کو کہا کہ قرآن پڑھا اور احمدی ہوگیا۔ قادری صاحب فوراً بولے ''وہ کونسا قرآن آپ نے پڑھا ہے جو مَیں نے نہیں پڑھا؟'' مَیں نے تھوڑی سی وضاحت کردی کہ عوام الناس ملاؤں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہاں میں ہاں ملائی اور کہا کہ مَیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ بتائیں کہ آپ نے کونسے قرآن میں کیا پڑھا ہے؟ مَیں نے اسی طنزیہ انداز میں کہا ''قرآن تو ایک ہی ہے مگر آپ اسے ڈرا ڈرا کر پڑھاتے ہیں اور ہم گناہگار ڈر ڈر کر پڑھتے ہیں۔'' میری بات پر قادری صاحب بہت ہنسے اور تردید نہ کی۔ پھر سوال کیا کہ بتائیں تو سہی قرآن میں کیا پڑھ لیا ہے؟ اس پر میں نے سورہ مومن میں درج حضرت موسیٰ کا واقعہ بیان کیا کہ جب آپ فرعون کے سامنے گئے تو دعوت حق دی اور اپنے نبی اللہ ہونے کے نشانات پیش کئے۔ فرعون کے دربار میں ایک شخص ایسا بھی موجود تھا جس نے فرعون کی بہت بہتر راہنمائی کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر یہ سچا ہے تو اس کی کہی باتیں تمہارے متعلق پوری ہو جائیں گی۔ خدا تعالیٰ نے اس مومن شخص کو قیامت تک کے لئے عمدہ مثال بنا دیا۔ اس کی کہی ہوئی بات کو قرآن کا حصہ بنا کر اسے قیامت تک کے لئے قول زرّیں اور ایک دلیل بنا دیا۔

میں نے قادری صاحب سے پوچھا کہ کیا یہ بات جو اس مومن نے کہی وہ اچھی تھی؟ قادری صاحب نے کہا اچھی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر اچھی ہے تو مجھے بھی پسند ہے اور میں نے اس پر عمل کرلیا ہے۔ اگر مرزا صاحب جھوٹے ہیں تو اس جھوٹ کا وبال ان پر پڑ جاتا ہے۔ اگر ان کی کہی ہوئی باتیں بقول میرے سچی ہیں تو وہ بھی سچے ہیں۔ قادری صاحب نے پوچھا کچھ اَور بھی پڑھا ہے؟ مجھے ایک حدیث مبارکہ بھی یاد آگئی جس میں کہا گیا ہے کہ جھوٹے آدمی کا علم زیادہ نہیں ہوتا۔ اور آپ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ مرزا صاحب کا علم بہت زیادہ تھا۔ لہٰذا وہ جھوٹے نہیں ہوسکتے۔ قادری صاحب نے چائے وغیرہ پلائی اور ہلکی پھلکی گفتگو کرنے لگے۔ ایک کتاب پڑھنے کے لئے دی ''شرعی کورٹ کا عدالتی فیصلہ''۔ کسی بشیر احمد صاحب کی مرتب کردہ تھی۔

قادری صاحب نے مزید بتایا کہ اس فیصلے میں وہ بھی شامل تھے۔ مجھے اس معاملے کی کچھ سن گن تھی۔ میں نے کہا کہ ضیاء الحق نے جماعت احمدیہ کے خلاف فیصلہ جسٹس فخر عالم سے لکھوایا تھا حالانکہ مقدمہ جسٹس آفتاب احمد نے سنا تھا۔ قادری صاحب نے میری اس بات کو جماعتی مؤقف جانا اور فوراً مجھ سے پوچھا کہ کیا

جماعت احمدیہ اب یہ بات کر رہی ہے (زور'یہ' پر تھا)۔میں نے بتایا کہ یہ تو میری ذاتی معلومات تھیں۔اس پر قادری صاحب نے کہا کہ جسٹس آفتاب نے مقدمہ سنا تو فیصلہ لکھا کہ احمدی کافر ہیں اور شیعہ بھی کافر ہیں۔ضیاء الحق یہ نہیں چاہتا تھا کہ شیعہ حضرات کو بھی کافر قرار دیا جائے۔جسٹس آفتاب راضی نہیں ہو رہا تھا۔لہٰذا اسے تبدیل کر کے جسٹس فخر عالم سے فیصلہ لکھوالیا۔

بہر حال ایک بار تاکید کی کہ کتاب کو غور سے پڑھ کر دوبارہ آجائیں۔تقریباً ڈیڑھ صد صفحات پر مشتمل کتاب تھی۔اہلیہ نے اٹھتے ہوئے کہا کہ میں اپنے والدین سے وعدہ کر کے آئی تھی کہ اگر قادری صاحب نے بھی یہ کہا کہ جاوید کافر ہو گئے ہیں تو میں واپس آجاؤں گی۔اس پر قادری صاحب نے کہا کہ آپ جہاں ہیں وہیں رہیں اور واپس نہ جائیں۔یہ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جاوید صاحب ہدایت کے لئے مخلص ہیں اور چونکہ یہ احمدیوں میں رہے ہیں اور اِن کا اپنا دینی علم کم تھا اس لئے اِن پر اُن کا اثر ہو گیا ہے۔جماعت اسلامی والے بہت سخت مزاج ہوتے ہیں اس لئے جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو جاتا آپ واپس نہ جائیں۔اور ابھی آپ کو کئی بار یہاں آنا پڑے گا۔اور اس طرح ایک اچھی ملاقات کے بعد ہم واپس ہوئے۔اہلیہ کو ایک بار پھر اپنی ہمشیرہ کے یہاں چھوڑا اور خود شیخوپورہ چلا آیا۔میں اپنے آبائی گھر فاروق آباد بھی آتا جاتا تھا کیونکہ والد صاحب سے بھی تبادلۂ خیال کا سلسلہ جاری تھا۔

طاہر القادری صاحب کی دی ہوئی کتاب میں نے تین دن میں ہی تین سے زائد بار پڑھ لی۔اس کتاب میں بھی وہی روایتی قسم کے الزامات کی بھرمار تھی۔میں ابھی نیا نیا احمدی تھا۔1985ء کا زمانہ جن لوگوں کو یاد ہو وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ کس قدر سختی تھی اور نئے احمدی کو کوئی کتاب دینے کو تیار نہ ہوا کرتا تھا۔بہر حال جس قدر حوالہ جات کے لئے کتب میسر آسکیں میں نے اُن میں کاغذ کی چٹیں رکھیں اور ایک بستہ سا باندھ کر اگلے ہفتے بیگم کے ہمراہ ان کے پاس چلا گیا۔

'کتاب پڑھی؟' قادری صاحب نے پہلا سوال یہی کیا۔

'نہ صرف پڑھی بلکہ سمجھی بھی ہے؟'میں نے جواب دیا۔

کیا سمجھا ہے؟'۔'یہی کہ جھوٹے جھوٹے ہوتے ہیں اور سچے سچے۔'میں نے جواب دیا'کیا مطلب؟'۔میں نے کتاب حقیقۃ الوحی کھولی اور ساتھ ہی وہ کتاب جو دی گئی تھی رکھی اور قادری صاحب کو پڑھنے کی دعوت دی۔لکھا تھا کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر کوئی مسلمان غلطی سے کسی کافر کو مومن کہہ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔اس عقیدے کو تضحیک کے رنگ میں پیش کیا گیا تھا۔جب اصل حوالہ دکھایا تو وہاں لکھا تھا کہ دوسو سے زائد مولویوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان غلطی سے کسی کافر کو مومن کہہ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

میں نے قادری صاحب سے کہا کہ یہ حوالہ میں نے اس لئے سب سے پہلے پیش کیا ہے کہ یہاں ایک ہی سطر میں بات واضح ہو جاتی ہے۔باقی بھی کم و بیش یہی صورتحال ہے ماسوائے کہ کہیں مجھے گزشتہ پیرا پڑھنا پڑے گا اور کہیں کوئی صفحہ آگے پیچھے سے دیکھنا ہوگا۔مجھے یقین ہے قادری صاحب سارا معاملہ سمجھ گئے تھے بس یہی کہا کہ میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں۔

اس کے بعد قادری صاحب کے ساتھ بہت تفصیلی ملاقات ہوئی اور قرآن اور احادیث کے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی مگر کسی بھی صورت ہماری تشفی نہیں ہو رہی تھی اور نہ وہ ہمیں کسی طریق پر قائل کر سکے۔اس گفتگو کے دوران استخارہ کا بھی ذکر آگیا کہ کیوں نہ استخارہ کیا جائے۔ہم نے استخارہ کے بارہ میں سنا ہوا ہے اور خدا بھی کہتا ہے کہ تم مجھے پکارو میں جواب دونگا۔اور جو میری طرف چل کے آئے گا میں اس کی طرف دوڑ کے جاتا ہوں۔اب یہ اتنا سنگین مسئلہ ہے تو کیوں نہ آیت الکرسی، چاروں قل اور دعائے استخارہ کر کے دو نفل پڑھ کر خدا سے دعا مانگوں کہ میری راہنمائی کرے؟ اس پر قادری صاحب نے بات پوری بھی نہیں کرنے دی اور فوراً بولے کہ نہیں نہیں اس طرح تو شیطان آجائے گا اور آپ کو گمراہ کرے گا۔یہ بات سن کر اہلیہ بھنا کر بولی کہ قادری صاحب یہ کیا کہہ رہے ہیں۔بندہ اللہ کو پکارے گا تو شیطان آجائے گا؟ اس طرح تو شیطان اللہ سے زیادہ طاقتور ہوا۔قادری صاحب نے ہاں تو نہیں کہا مگر جو جواب دیا وہ کچھ ہاں کے مترادف ہی تھا۔نیز بتایا کہ جب سورۃ نجم کی ایک آیت نازل ہوئی تو شیطان بھی ساتھ ہی آگیا اور نبی پاک کے منہ میں داخل ہو گیا (نعوذ باللہ) اور اس آیت کو تبدیل کر دیا۔قادری صاحب نے وہ آیات پڑھ کر سنائی جو یہ تھیں: أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى۔ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى۔ اس کے بعد وہ خرافات جن کو آیت کہنا ہی گناہ لگتا ہے وہ بھی سنائی۔

اہلیہ نے جب یہ سنا کہ طاہر القادری صاحب شیطان کو نبی پاک ﷺ کے منہ میں داخل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو اس قدر دکھ میں مبتلا ہوئی کہ جب قادری صاحب اندر کتابیں واپس رکھنے گئے تو مجھے فوراً اٹھنے کا کہا۔مجبوراً ہمیں اجازت لینی پڑی۔اس وقت مجھے اس قدر دکھ نہ ہوا تھا جتنا اہلیہ کو ہوا تھا۔میری اہلیہ جو ابھی احمدی نہیں تھی اس کے لئے آنحضور ﷺ کی شان میں ایسی گستاخی حیران کُن تھی اور وہ بھی قادری صاحب کے منہ سے جن کو وہ ایک عالم وفاضل اور بزرگ انسان خیال کرتی تھی۔

باہر نکل کر میری اہلیہ کی تلخی تھی کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔خود کلامی کرنے لگی "میں کس مقصد کے لئے آئی تھی اور یہاں میرا اپنا ایمان ہی کمزور ہونے لگا ہے۔میرا تو خدا سے ایمان اٹھنے لگا ہے"۔

میں نے سمجھایا یہی امام مہدی علیہ السلام کی نشانی بھی ہے کہ اس زمانے کے علماء کے پاس جب لوگ ایمان لینے جائیں گے تو پہلا ایمان بھی کھو دیں گے۔

ایک روز میں نے اہلیہ کو ربوہ آنے کی دعوت دی۔اسے سن کر اہلیہ کچھ گومگو کا شکار ہو گئی۔اس نے صاف انکار تو نہیں کیا تاہم ایک روز کی مہلت مانگ لی۔بقول اہلیہ "میں سخت پریشان ہو گئی تھی کہ جاوید تو پکے کافر ہو چکے ہیں اور واپسی ممکن نظر نہیں آتی لہٰذا اب مجھے واپس اپنے والدین کے پاس چلے جانا چاہئے۔مگر دل اس فیصلے پر تسلی نہ پکڑتا تھا۔حالات سمجھ سے باہر ہو رہے تھے۔اسی کشمکش میں قرآن مجید سے فال نکالنے کا فیصلہ کیا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ راہنمائی فرمائے گا میں اسی پر عمل کروں گی۔لہٰذا بسم اللہ پڑھ کر قرآن مجید کھولا۔اس کے چھ صفحے پلٹے اور ساتویں صفحے کی پہلی چھ سطریں چھوڑ کر ساتویں سطر پڑھی۔یہ میرا احمدیت سے پہلے اہم معاملات

میں خدا سے راہنمائی لینے کا ایک طریق تھا۔ جسے احمدیت قبول کرنے کے بعد استخارہ سے بدل دیا''۔

مَیں نے یہی سوچ کر فال نکالی تھی کہ والدین کے پاس جاؤں یا نہ جاؤں۔ ساتویں سطر پڑھی تو وہ سورۃ کہف کا وہ حصہ تھا جب اصحاب کہف ایک شخص کو شہر حالات کی خبر لانے کو بھیجتے ہیں اور ساتھ ہی نصیحت بھی کرتے ہیں کہ 'اگر انہوں نے تمہیں پکڑ لیا تو تمہیں واپس نہیں آنے دیں گے۔ تمہارا ایمان خراب کردیں گے اور سنگسار کریں گے'۔ فال دیکھ کر فیصلہ کرلیا کہ والدین کے پاس نہیں جاؤں گی۔

اہلیہ کی بیعت

اگلے روز خاکسار اپنی اہلیہ اور بڑے بیٹے کے ہمراہ ربوہ کے لئے عازم سفر تھا۔ خیال تھا کہ دارالضیافت میں جگہ مل جائے گی۔ ربوہ پہنچ کر ہم پہلے تو سیدھے مکرم یٰسین ربانی صاحب مربی ضلع شیخوپورہ کے گھر واقع دارالرحمت غربی پہنچے۔ انہوں نے پسند کیا کہ ہم اُنہی کے گھر قیام کریں۔ بہت قربانی اور محنت اُن کو کرنی پڑی تھی۔ فجزاء ھم اللّٰہ واحسن الجزاء۔ وہ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خطبات کی کیسٹس سناتے۔ غیر احمدی مولویوں کی کیسٹس بھی سناتے۔

اہلیہ نے جب مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ ادا کی تو بہت متاثر ہوئی۔ وہ زمانہ بھی ایسا تھا۔ حضورؒ کی لندن ہجرت کو ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا تھا۔ جدائی کے زخم ابھی ہرے تھے۔ دوران نماز سجدوں میں کافی گریہ وزاری ہوا کرتی تھی۔ جو کہ اہلیہ کو قرون اولیٰ کی یاد دلا گئی۔

اہلیہ سے بحث ومباحثہ بھی رہتا تھا۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی پڑھاتے تھے۔ تنقیدی لٹریچر بھی پڑھایا۔ ان تمام کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک روز اہلیہ نے کسی احمدی عالم سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس پر محترم مولانا مبشر احمد صاحب کاہلوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اہلیہ نے بتایا کہ مَیں قاری عبداللطیف خان کی بیٹی ہوں اور مذہبی ماحول میں پلی بڑھی ہوں۔ گریجوایٹ ہوں اور یہ یہ کتب میں نے پڑھ رکھی ہیں۔ لہٰذا میرا کافر ہوجانا بہت مشکل ہے۔ اس پر کاہلوں صاحب نے جواب دیا کہ اچھی بات ہے، کافر ہونا ہی نہیں چاہئے۔ کاہلوں صاحب نے سوال کیا کہ کیا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی کتب بھی پڑھی ہیں؟ اہلیہ نے جواباً کہا کہ جی ہاں 'کشتی نوح' پڑھی ہے 'انفاخ قدسیہ' بھی پڑھی ہے۔ ان کے علاوہ 'دعوت الامیر' (یہ کتاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہے) بھی پڑھی ہے۔

اس پر کاہلوں صاحب نے فیصلہ کن انداز میں کہا کہ بس کام مکمل! آپ اپنے دل میں یہ فیصلہ کریں کہ جب آپ مرزا صاحب کی کوئی کتاب پڑھتی ہیں تو دل کو خدا سے ملتا ہوا محسوس کرتی ہیں؟ کاہلوں صاحب نے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی اپنی بات کو ختم کردیا۔

اس کے بعد اہلیہ نے اچانک بیعت فارم کا مطالبہ کردیا۔ یہ 18 اپریل 1985ء کا دن تھا۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے بتاتا چلوں کہ ہماری شادی کی تاریخ بھی 18 اپریل 1977ء تھی۔ اس طرح ہم ایک بار پھر بندھن میں بندھ گئے۔

خلافت کی اطاعت

حضرت مولانا شیر علی صاحب نوراللہ مرقدہ سلسلہ احمدیہ کے نہایت قیمتی وجود تھے۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص ترین رفقاء میں ایک اہم مقام رکھتے تھے۔ 1897ء میں آپ حضور کے حلقہ غلامی میں آئے اور آخر دم تک سلسلہ عالیہ کی گرانقدر خدمات بجالاتے رہے۔ انگریزی ترجمہ قرآن آپ کی علمی قابلیت اور قرآن فہمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس ترجمہ قرآن کو اپنوں اور غیروں میں یکساں مقبولیت حاصل ہے۔ یہ آپ کی وہ غیر معمولی خدمت ہے جو انشاء اللہ تا قیامت آپ کی یاد دلوں سے محو نہیں ہونے دے گی۔ آپ 13 نومبر 1947ء کو لاہور میں اپنے محبوب حقیقی سے جاملے۔

آپ 26 فروری 1936ء کو قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی تکمیل کے لیے قادیان سے انگلستان تشریف لے گئے۔ راستہ میں بمبئی شہر میں مختصر قیام کا اتفاق ہوا۔ جمعہ کا روز تھا۔ مقامی احمدیوں نے آپ سے نماز جمعہ پڑھانے کی درخواست کی جسے آپ نے قبول فرماتے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ سے اس صاحب عرفان کے انداز فکر اور اسلوب بیان کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ نے احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''آپ سب جانتے ہیں کہ میں اس جگہ کی مقامی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا۔ میرا آپ لوگوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق یا شناسائی نہیں حتیٰ کہ میں آپ لوگوں سے ذاتی طور پر متعارف بھی نہیں لیکن بایں ہمہ آپ نے نماز جمعہ کے لئے مجھے اپنا امام بنانا پسند کیا ہے۔ **میری یہ خواہش ہرگز نہ تھی، آپ لوگوں نے از خود میرا انتخاب کیا ہے**۔ اگرچہ میں ایک معمولی آدمی ہوں اور آپ کو کسی معاملہ میں مکلّف کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا لیکن چونکہ آپ نے آج وقتی طور پر اپنی امامت کے لیے میرا انتخاب کیا ہے اس لیے اب آپ سب پر یہ فرض ہوتا ہے کہ اس نماز میں صدق دل کے ساتھ پورے طور پر میری پیروی کریں۔ **آپ سب کو لازمی طور پر میری اقتدار کرنا ہوگی۔ کسی کو چون وچرا کی مجال نہ ہوگی۔ میری کسی غلطی پر آپ** زیادہ سے زیادہ سبحان اللہ کہہ سکتے ہیں لیکن اگر میں نماز میں کوئی غلطی کرجاؤں تو آپ لوگوں کو بھی لازمی طور پر میری اقتدار میں وہ غلطی کرنا ہوگی، کسی کو نکتہ چینی کرنے کی حق نہ ہوگا۔''

پھر اس امر کو بنیاد بناتے ہوئے جو نہایت گہرا عارفانہ نکتہ بیان کیا وہ **اطاعت امام** کے سلسلہ میں آپ کے دلی کیفیت وجذبات کا دلکش نظارہ کھینچتا ہے چنانچہ فرمایا: ''اس بات کے بیان کرنے سے میری غرض آپ کو یہ نصیحت کرنا ہے کہ **ہمارے مذہب اسلام میں جب ایک معمولی آدمی جس کو وقتی طور پر امام بنایا جائے، اس کی اطاعت کا یہ تقاضا ہے تو اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام وقت حضرت خلیفۃ المسیح جس کے ہاتھ پر ہم سب نے بیعت کی ہوئی ہے، اس کی بدل وجان اطاعت اور فرمانبرداری کرنا کس قدر ضروری ہے اور اس سے روگردانی کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ اس نکتہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیو۔''**

(روایات مکرم خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ایم اے۔ لاہور۔ الفضل 23 اگست 1973ء صفحہ 6)

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مجلس انصاراللہ برطانیہ کی سالانہ چیریٹی واک کا کامیاب انعقاد

1985ء سے اب تک 28 سالانہ چیریٹی واکس کے ذریعہ لاکھوں پاؤنڈ کی رقم تقسیم کی جاچکی ہے

اسلام کی تعلیمات میں بنی نوع انسان کی خدمت کو بہت بلند مقام دیا گیا ہے اور قرآن کریم میں بار ہا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی تکالیف کا ازالہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ بھی خدمت خلق کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی شرائط بیعت میں بیان فرمودہ نویں شرط میں ضرورتمندوں کی مدد کرنے کے متعلق خصوصی تاکید فرمائی ہے۔

مجلس انصاراللہ یوکے کو سالہا سال سے یہ سعادت مل رہی ہے کہ ہر سال چیریٹی واک کے ذریعہ ہزاروں پاؤنڈ کی خطیر رقم اکٹھی کرکے دنیا میں مختلف خطوں میں کام کرنے والی ایسی چیریٹیز کے ذریعہ تقسیم کی جاتی ہے جو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے تعلیم وصحت کے میدانوں میں سرگرم عمل ہیں۔

امسال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے مجلس انصاراللہ یوکے نے 8 جون 2014 بروز اتوار اپنی سالانہ چیریٹی واک مسجد بیت الفتوح مورڈن میں منعقد کی۔ اس واک کے ناظم اعلیٰ مکرم منصور احمد کاہلوں صاحب (نائب صدر اوّل) تھے۔ مکرم وسیم احمد چودھری صاحب صدر مجلس نے ریجنل انتظامی کمیٹیاں بھی مقرر کیں تاکہ بہتر طریقے سے انتظامات طے پاسکیں۔

جماعت احمدیہ کے زیرانتظام ایسی چیریٹی واکس کا آغاز 28 سال قبل 1985ء میں کیا گیا تھا اور تب سے یہ باقاعدگی سے ہر سال منعقد کی جارہی ہیں۔ اب تک جمع کی جانے والی رقم کے نتیجے میں برطانیہ سے تعلق رکھنے والے 90 خیراتی اداروں کو رقوم فراہم کی جاچکی ہیں تاکہ اُن کے خدمت خلق کے کاموں میں مدد کی جاسکے۔ نیز ان چیریٹی واکس کے نتیجہ میں گزشتہ تین سالوں میں ساڑھے سات لاکھ پاؤنڈ سے زائد رقم اکٹھی کرکے مختلف اداروں میں تقسیم کی گئی۔ نیز افریقہ میں آنکھوں کے تین ہزار سے زیادہ آپریشنز اور پانی کے بیس کنوؤں کے منصوبوں کے لئے اڑہائی لاکھ پاؤنڈ سے زائد پیش کئے گئے۔ گزشتہ سال مانچسٹر میں منعقد ہونے والی سالانہ چیریٹی واک کے ذریعہ اڑہائی لاکھ پاؤنڈ (£250000) کی خطیر رقم اکٹھی کرکے تقسیم کی گئی تھی۔

امسال اس واک میں 1600 سے زائد افراد شریک ہوئے۔ پانچ میل کی چیریٹی واک کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی رقم دو لاکھ اکیس ہزار پاؤنڈ (£221000) تھی۔ اُسی روز منعقد ہونے والی تقریب میں ایک لاکھ چھیالیس ہزار پاؤنڈ (£146000) کی خطیر رقم کے چیک 27 چیریٹیز کے نمائندگان کو پیش کردیئے گئے۔ توقع ہے کہ مجموعی طور پر اکٹھی کی جانے والی رقم تین لاکھ پاؤنڈ کے قریب ہوگی جس سے مزید 13 چیریٹی ادارے استفادہ کرسکیں گے۔ اور اس طرح ان اداروں کی کُل تعداد 40 ہوجائے گی۔ امسال جن نئی چیریٹیز میں رقم تقسیم کی گئی ان میں White Lodge Centre, Respite Nursing for Oxfordshire's Sick Youngsters اور Senior Citizer Liaison Team بھی شامل ہیں۔

اس کے علاوہ بھی جن چند چیریٹیز کے لئے کام کیا گیا ان میں Action for Children, Boaz Trust, British Heart Foundation, Kids Can, Manchester Woman's Aid, Macmillan Cancer Support, Royal Manchester Children's Hospital Charity اور We Love Manchester شامل ہیں۔

امسال چیریٹی واک کے پروگرام میں کئی اہم شخصیات شامل ہوئیں جن میں لارڈ میئر آف سٹن، لارڈ میئر آف مرٹن اور لارڈ احمد آف ومبلڈن شامل ہیں۔ بعض اہم شخصیات نے خیرسگالی کے اپنے پیغامات ارسال کئے جن میں رکن پارلیمنٹ عزت مآب ایرک پکلز (Rt. Hon. Eric Pickles MP) اور سیکرٹری آف سٹیٹ برائے کمیونیٹیز ولوکل گورنمنٹ شامل ہیں۔

دوپہر ڈیڑھ بجے مسجد بیت الفتوح مورڈن میں واک کا اختتام ہوا جس کے بعد ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کی گئیں اور کھانا کھایا گیا۔

سہ پہر 3 بجے چیک دیئے جانے کی تقریب مکرم رفیق احمد حیات صاحب نیشنل امیر کی زیرصدارت شروع ہوئی۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ صدر مجلس انصاراللہ یوکے مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور منتظمین کا شکریہ ادا کیا جن کی محنت سے یہ چیریٹی واک کامیاب رہی۔ اس کے بعد انعامات تقسیم کئے گئے۔ تقریب کا اختتام دعا کے ساتھ کیا گیا۔

اس موقعہ پر سیکرٹری آف سٹیٹ فار کمیونیٹیز ولوکل گورنمنٹ نے اپنے پیغام میں کہا کہ احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کا موٹو 'محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں' ایک ایسا نقطۂ نظر ہے جو آپ کے ہر عمل کا روح رواں بن جاتا ہے۔ اور یہ کہ اس ملک میں 'سب کے لئے' کے الفاظ ہی صرف ایک قابل قبول احساس پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ 1985ء سے آپ کی چیریٹی واکس کے ذریعہ لاکھوں پاؤنڈ نہایت شاندار امور کی سرانجام دہی کے لئے اکٹھے کئے گئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کمیونٹی کے اندر دین سے وابستہ گروپ اچھے کاموں کے لئے ایک طاقت ہوتے ہیں جو اپنے قیمتی وقت سے کئی گھنٹے دوسروں کی بہبود کے لئے قربان کرسکتے ہیں۔ امسال منعقد کی جانے والی واک کی کامیابی کے لئے میری نیک تمنائیں قبول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ انصاراللہ یوکے کی خدمت خلق کے لئے کی جانے والی مساعی کو قبول فرمائے اور ہمیں اپنی ذمہ داریاں کماحقہٗ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

''نمی کا عکس''

آج ہمارے پیش نظر ایک ایسی شاعرہ کی کتاب ہے جس کے بارہ میں یہ حکایت صادق آتی ہے کہ جوہر کی قدر جوہری ہی جانتا ہے۔ چنانچہ معروف شاعرہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ بھی اُن چند خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جن کی سخنوری اور فکری بالیدگی نے دربارِ خلافت سے ایسی داد سمیٹی جو محض چند خوش قسمت شعراء کے حصے میں ہی آسکی ہے۔ بلاشبہ اپنے زمانہ کے عظیم سخن شناس (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) ایسے جوہر شناس تھے جو سونے کو کندن بنانے کے عمل سے بخوبی آشنا تھے اور کتاب ''نمی کا عکس'' کا مطالعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ

اِک خاک کے ذرّے پہ عنایات کا عالم

کچھ اس طرح سے ہوا کہ جس نے اس ذرّہ خاک کو نمو کے مراحل سے گزار کر ایک گوہر بنانے میں اپنی دعاؤں اور راہنمائی کو یکجا کر دیا۔ یقیناً یہ سعادت اپنے زورِ بازو سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔

''نمی کا عکس'' 416 صفحات پر مشتمل ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے ظاہری حسن (دیدہ زیب سرورق، نفیس کتابت، عمدہ طباعت اور ڈیزائننگ) کے ساتھ ساتھ باطنی حسن کا بھی مرقّع ہے۔ اس میں گہرے معانی اور عرفان کے حامل مضامین بھی کثرت سے ملتے ہیں اور سادہ انداز میں کہی جانے والی پُر اثر نظموں کی بھی خاصی تعداد موجود ہے۔ مزاحیہ نظموں میں بیان شدہ دُوررَس نکات بھی پڑھنے والے کے لبوں پر تبسم بکھیر دیتے ہیں۔ بے تکلّفی اور سادگی کے باوجود جگہ جگہ ایسے استعارے اور تشبیہات ملتی ہیں جو نہایت خوبصورتی سے اُن لطیف جذبات کو قاری میں منتقل کر دیتی ہیں جسے کئی پردوں میں چھپا کر شاعر نے پیش کیا ہو۔ اس مجموعۂ کلام میں بلاشبہ بے شمار ایسی نظمیں ہیں جو نظروں کے راستے حساس دلوں میں اُتر جائیں اور اپنے ماحول میں رہتے ہوئے بھی قاری کو اُس سے بے نیاز کر دیں۔ امر واقعہ یہی ہے کہ موصوف شاعرہ کے کلام پر اظہار خیال گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ پس بہتر یہی ہے کہ اس خوبصورت کلام سے کچھ انتخاب قارئین کی نذر کر کے اس لطف و جمال میں اُنہیں بھی شریک کر لیا جائے جس نے ہمیں بھی اپنے سحر میں گرفتار کر رکھا ہے۔

سب سے پہلے وہ نظم جو اس کتاب کی وجہ تسمیہ بنی:

ہوا ہے صبر کا پیمانہ لبریز
الٰہی اذن ہو اب واپسی کا
جلو میں لاتا ہے سیلابِ رحمت
ذرا سا عکس آنکھوں میں نمی کا
جو چاہی کرب نے صورت بنالی
مرے بس کا نہیں فن شاعری کا

جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک خطاب میں ''مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہ'' کہہ کر اپنے خدام کو مخاطب فرمایا تو اس کے جواب میں شاعرہ کا گداز دل بے ساختہ پکارا:

حاضر ہیں دل و جان سے اے قافلہ سالار!
خواہش ہے کہ جاں دین پہ صدقے کریں سو بار
اور ظلم کے بُت اپنی دعاؤں سے گرادیں
ہم داعی الی اللہ نہیں بے کس و لاچار

اسیرانِ راہ مولیٰ کے نام ایک نظم میں لکھا:

جہانِ عشق کی توقیر تم نے بڑھا دی
نثار ایسی اسیری پہ لاکھ آزادی

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی مدح میں لکھا:

وہ جس دل میں بھی دیکھیں پیار سے سب خارِ غم چُن لیں
جو گل ہو اپنے دامن میں وہ نذرِ دوستاں کر دیں
وہ برکت جن کے کپڑوں سے اکابر بادشاہ پائیں
وہ جس بستی میں رہتے ہوں اسے دارالاماں کر دیں
سلام ان نیم وا آنکھوں پہ رحمت بار نظروں پر
کبھی دل کو کریں گھائل کبھی تحلیل جاں کر دیں

بیٹیاں جان سے پیاری ہیں پہ رخصت کر کے
بوجھ اُتر جاتا ہے ماں باپ کے سر سے دیکھو

وہاں شاید کسی کا دل دُکھا تھا
زمیں تپتی رہی بادل نہ ٹھہرا
گرا تو کیسی پستی میں گرا ہے
حجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

فقط اُسی سے توقع ہے مہربانی کی
دُکھن کلیجے کی سجدے میں سب بتائی اُسے
نشیبِ عجز میں گرنا ہے رفعتوں کا حصول
کہ سرکشی کبھی بندے کی خوش نہ آئی اُسے
جو اُس کی یاد میں مچلے ہیں گوہر نایاب
پسند آتی ہے اشکوں کی پارسائی اُسے

غلط ہے آسماں سوکھا پڑا ہے
زمیں کی کوکھ بنجر ہوگئی ہے
نہیں ہے ان تلوں میں تیل باقی
مجھے پہچان چھوکر ہوگئی ہے

میری راہیں سخت کٹھن ہیں صبر وجنوں کی ہمت لے کر
فیصلہ سوچ سمجھ کے کرنا میرے ساتھ آنے سے پہلے
حُسنِ عمل کا اُبٹن لے کر روح و جسم کو مَل مَل دھوئیں
کچھ سنگار تو کرنا ہوگا وصل کی رات آنے سے پہلے

آتا ہے نظر تاروں سے مہتاب علیحدہ
ہر پہلو سے ہے وہ دُرِّ نایاب علیحدہ
حرفوں کے بدن ٹوٹے ہیں اس شب کی دُکھن سے
جو یاد میں گزری شبِ مہتاب علیحدہ
اب چارہ گری کوششِ ناکام رہے گی
اس مرتبہ ہیں درد کے اسباب علیحدہ

وہ جو اِک شخص محبت کا ہنر رکھتا ہے
بڑا پارکھ مرے دل پہ نظر رکھتا ہے

کوئی پونجی نہیں جو پیش کروں
تیری رحمت پہ ہے نظر میری
مَیں کبھی بھی نہیں رہی تنہا
تیری رحمت ہے ہم سفر میری

محبت ہے کسی کی یاد میں گم ہو کے رہ جانا
محبت ہے کسی کو دل کی دنیا میں بسا لینا

محبت ہی نے آدم کو خدا کا قرب بخشا ہے
اسی سے وحشی انساں میں خدا کا خُلق جھلکا ہے

ردّ کر کے ضیاء گر گئے ظلمت کے بھنور میں
پھر دھنستے گئے نت نئی آفت کے بھنور میں
عبرت کے لئے دیکھئے ان قوموں کا انجام
غارت ہوئیں جو کبر کے نخوت کے بھنور میں
ہے عدلِ الٰہی کا تقاضا یہ ازل سے
جاگے نہیں جو سو گئے غفلت کے بھنور میں

مجموعہ کلام 'نمی کا عکس' کی بے شمار نظموں میں سے انتخاب کرنا خاصا دشوار ہے تاہم اُس نظم کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی یاد میں کہی گئی اور جس کی ہر سطر سے نمی کا عکس آنکھ سے ٹپکتا دکھائی دیتا ہے۔ اس طویل نظم کے دو بند ملاحظہ فرمائیں:

اِک فقط مَیں ہی جدائی پہ نہیں ہوں دلگیر
اِک دنیا ہے ترے حسن کی احساں کی اسیر
لوگ یوں تڑپے ہیں، روئے ہیں، نہیں جس کی نظیر
سب کو جو اُن سے تعلق تھا وہ سب یاد آئے
مَیں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

ہر گھڑی جنگ کڑی اُس نے لڑی ہے مولا
زندگی دعوتِ دیں میں ہی کٹی ہے مولا
تا دمِ واپسیں خدمت ہی رہی ہے مولا
پُرسکوں سوئے ہوئے آپ بہت یاد آئے
مَیں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

حاصل مطالعہ

آج کے کالم میں ''مضامینِ شاکر'' سے ایک تحریر بھی ہدیۂ قارئین ہے:

مسیح بلادِ شرقیہ میں

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کی خبر دی تو پرانی ڈگر کے لوگوں نے طوفانِ مخالفت اُٹھایا کہ یہ نیا عقیدہ جمہور مسلمین کے خلاف گھڑ لیا ہے۔ مگر حضور علیہ السلام نے قرآن مجید، حدیث شریف، کتبِ ائمہ دین، کتب تاریخ اور کتب طب سے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے اپنی لاجواب تصنیف ''مسیح ہندوستان میں'' (جو حضورؑ کی وفات کے بعد شائع ہوئی) میں ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعۂ صلیب کے بعد تندرست ہو کر وہاں سے خدائی حکم کے ماتحت بنی اسرائیل کے دُور افتادہ قبیلوں کو پیغامِ حق پہنچانے کے لئے ہجرت کر کے مختلف ممالک کی سیاحت فرماتے ہوئے آخر میں ہندوستان آئے اور سرینگر کشمیر میں دفن ہوئے۔ اس مسئلہ پر دو مزید حوالے پیش ہیں جن سے حضرت عیسیٰؑ کے وُرودِ ہند کی سند ملتی ہے

(ترجمہ): ویٹیکن لائبریری میں چالیس پچاس کتب ایسی ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ جوانی میں یسوع ہندوستان گیا اور اپنی بعض تعلیمات ہندوستانی منبعوں سے اخذ کیں۔

(World History by Hays, Wayward and Moon /Macmillan)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فلسطین میں یہودِ نامسعود کے ہاتھوں سخت تکالیف پہنچیں مگر اُس کے بعد خدا تعالیٰ نے اُن کو ایک نہایت ہی سرسبز پہاڑی علاقہ میں پناہ دی۔ وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ۔ کشمیر اور افغانستان میں بنی اسرائیل کے قبائل آباد تھے جو حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئے۔ جغرافیائی طور پر بھی دیکھا جائے تو فلسطین اور کشمیر میں بے شمار مماثلتیں موجود ہیں جن کا اعادہ یہاں ضروری نہیں ہے۔ آجکل امریکہ کی سپریم کورٹ کے ایک جج مسٹر ولیم او ڈگلس ہیں۔ 1950ء سے وہ مختلف ایشیائی ممالک کی سیاحت کر رہے ہیں اور اپنے تأثرات کو مختلف کتب میں نہایت شُستہ انگریزی میں شائع کر رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک کتاب Beyond the Himalayas میں لداخ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: ایک مشتبہ روایت یسوع کے متعلق بھی ہے۔ اب تک یہاں پر ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یسوع اس جگہ پر آیا تھا۔ چودہ برس کی عمر میں وہ یہاں آیا اور 28 برس کی عمر میں واپس گیا۔ یہاں سے سیدھا مغرب کی طرف گیا اور پھر کسی نے اُس کی خبر نہ سُنی ۔ روایت میں تفصیلات بھی موجود ہیں جو بتاتی ہیں کہ یسوع نے ہمیس (لداخ سے اوپر بُدھوں کی ایک مشہور خانقاہ) کی طرف عیسیٰ کے نام سے سفر اختیار کیا۔ (صفحہ 152)

چونکہ مصنف کے عقیدہ کے خلاف یہ بات ثابت ہو رہی ہے۔ اس واسطے اُس نے بجا طور پر اسے ''مشتبہ'' قرار دیا ہے اور لداخیوں کا یہ خیال کہ پھر حضرت عیسیٰ کی کوئی خبر نہ سُنی گئی بھی درست ہے کیونکہ اگر ہم کوئی اچھی سی اٹلس لے کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ لداخ سے سرینگر ہوائی جہاز کی اُڑان میں پورے چار سو میل ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ سفر کی سہولتیں میسّر ہیں یہ سفر سخت مشکل ہے تو اُس زمانہ میں پھر کس نے خبر دینی تھی۔

بنگال کے متعلق ایک پیشگوئی

لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے 1950ء میں بنگال کو مشرقی اور مغربی دو صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ جس پر ہندو بنگالیوں نے ہندوستان کے طول و عرض میں پریس اور پلیٹ فارم سے مخالفت کی آگ بھڑکائی۔ مگر لارڈ کرزن بھلا کوئی ماننے والی آسامی تھے؟ اُدھر برطانیہ کے مشہور وزیر خارجہ سر ایڈورڈ گرے نے اس کو A settled fact کہہ کر ختم کر دیا۔ کسی شاعر نے اُس زمانہ میں کیا خوب شعر اسی بارہ میں کہا تھا

خوب جی بھر کے ''سر ایڈورڈ گرے'' دیکھ چکے
ہم غریبوں کے سیہ خانے کا ویراں ہونا

مگر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام خبر دی کہ ''پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی''۔ (تذکرہ صفحہ 589)

یہ الہام 11 فروری 1909ء کو ہوا۔ اُن دنوں لارڈ منٹو وائسرائے تھے۔ 1910ء میں وہ چلے گئے۔ بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کا بھی انتقال ہو گیا تو 12 ردسمبر 1911ء کو شاہ جارج پنجم نے دہلی میں ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا۔ اور اپنی زبان خاص سے بنگال کی تقسیم کو منسوخ قرار دیا۔ چنانچہ جارج پنجم کا ایک سوانح نگار لکھتا ہے: ''دربار کے خاتمہ پر جب وائسرائے اپنی تقریر ختم کر چکے تھے۔ تو بادشاہ سلامت خود اُٹھے۔ جس پر سبھی حیران ہوئے، اور نہایت واضح الفاظ میں اعلان کیا کہ تقسیم بنگال کو منسوخ کیا جاتا ہے''۔

(King George V, His Life & Reign by Harold Nicholson. p. 168)

غور فرمائیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی؟ یوں کوئی کہتا پھرے کہ آخر مرزا صاحبؑ نے کیا معجزہ دکھایا۔ چشمِ بصیرت رکھنے والوں کے لئے تو بے شمار نشان ہیں۔ مگر تعصب کی نظر رکھنے والوں کا کیا علاج؟

نوٹ: اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف ''انصار ڈائجسٹ'' کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:
07947408144